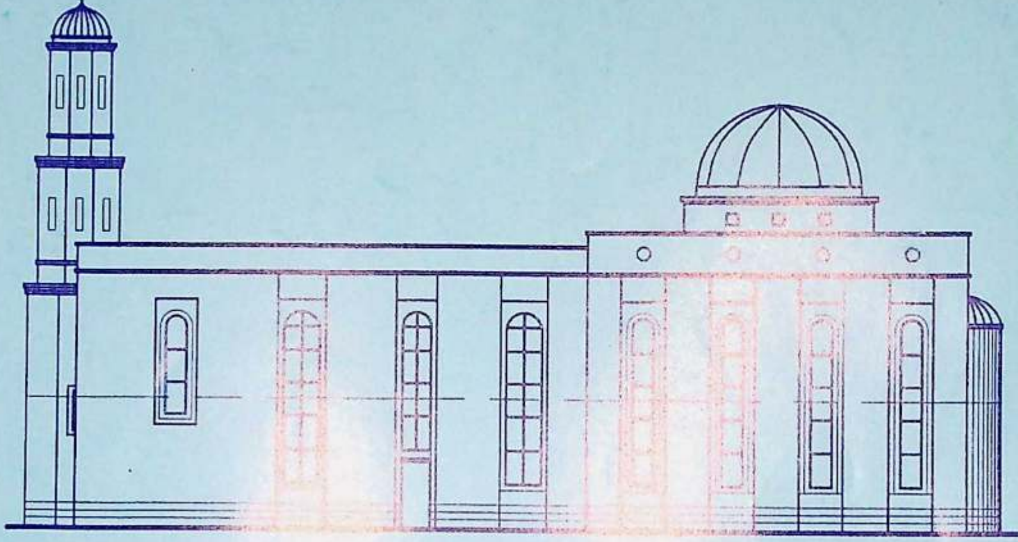
مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

جنوری فروری 2005 جلد 2 نمبر 1 صلح۔تبلیغ 1383 ھش

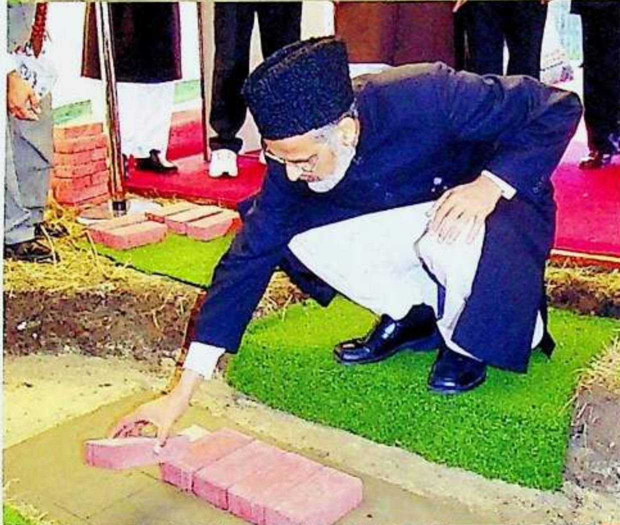


''اب میں یہ کام انصاراللہ یو۔کے کے سپرد کر رہا ہوں کہ انہوں نے وہاں انشاءاللہ تعالیٰ مقامی لوگوں کی جس حد تک مدد ہو سکے کرنی ہے اور یہ جو اصل بنیادی نقشہ ہے اس کے مطابق مسجد بنانی ہے''

(خطبہ جمعہ 15 اکتوبر 2004)

تقریب سنگِ بنیاد مسجد ناصر ہارٹلے پول۔ 3 اکتوبر 2004ء










Foundation Stone of Hartlepool and Bradford Mosques

﴿بسم الله الرحمٰن الرحیم	نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم	وعلیٰ عبده المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد2 نمبر 1
جنوری۔فروری 2005

انصاراللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر (اردو): محمود احمد ملک
نائب: شیخ طارق محمود
معاون: سید حسن خان
مدیر (انگریزی): احد بھنو
مینیجر: محمد اسحاق ناصر

181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF

اداریہ:

مسجد ہارٹلے پول اور انصار اللہ یوکے کی ذمّہ داری

عالمِ اسلام میں من حیث الجماعت جماعتِ احمدیہ واحد جماعت ہے جس کا نصب العین دنیا بھر میں مساجد کی تعمیر ہے تا کہ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اذان کی صدائیں بلند ہوں اور دنیا بھر میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت دوبارہ قائم ہو۔ جماعت احمدیہ کے مقدس امام نے اپنی بعثت کا مقصد ہی احیاءِ اسلام قرار دیا ہے اور جماعت باوجود کم مائیگی اور مشکلات و مصائب کے قربانیوں کی اعلیٰ مثالیں قائم کر رہی ہے۔ یورپ کے ممالک میں مساجد کی تعمیر تاریخ اسلام کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ اسلام مخالف طاقتوں، تثلیث کے مرکز اور شرک کے گھر میں مساجد کی تعمیر آسان کام نہیں لیکن اسلام کی آئندہ ترقی، خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے قیام کے لئے یہ کام ازبس ضروری ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں خدا تعالیٰ نے دنیا بھر میں مساجد بنانے کے لئے ایک تڑپ پیدا کی تھی آپؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ ''تم ایک ایسے آدمی کے ساتھ چل رہے ہو جسے خدا نے ساری دنیا میں مساجد بنانے کے لئے مقرر کیا ہے''۔ نیز یورپ میں مساجد کی تعمیر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر یورپ میں اڑھائی ہزار مساجد بن جائیں تو یورپ کے آخری کناروں تک نعرہ ہائے تکبیر کی صدائیں بلند ہو سکتی ہیں اس طرح ایک مسجد کی اذان دوسری مسجد تک پہنچ جائے گی اور بیک وقت سارا یورپ اللہ اکبر کی آوازوں سے گونج اٹھے گا۔ جس دن ایسا ہو گیا، اس روز عیسائیت جان لے گی کہ اسلام غالب آ گیا۔ تثلیث کا عقیدہ رکھنے والوں کا زور ٹوٹ جائے گا اور وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی یلغار کے آگے ہتھیار ڈال دیں گے۔ یورپ کی طرح امریکہ میں بھی مساجد تعمیر ہوں گی اور وہاں کا گوشہ گوشہ بھی اللہ اکبر کی آوازوں سے گونج اٹھے گا۔ اس وقت عیسائیت کے دل کانپ جائیں گے اور وہ لوگ سمجھ لیں گے کہ اسلام کا نور اب ساری دنیا میں پھیلے بغیر نہ رہے گا۔'' **(الفضل 15 اکتوبر 1957)**

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تین اکتوبر 2004ء کو ہارٹلے پول میں دعاؤں کے ساتھ مسجد ناصر کا سنگِ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ ہارٹلے پول انگلستان کے شمال میں سمندر کے قریب ایک خوبصورت اور پرامن شہر ہے۔ جماعت احمدیہ کو اس شہر میں سب سے پہلی مسجد تعمیر کرنے کی تاریخی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے اخراجات کی ذمہ داری حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ یوکے کے سپرد فرمائی ہے جو انصار اللہ یوکے کے لئے ایک اعزاز ہے کہ حضور انور نے انہیں ایک بابرکت موقعہ عطا فرمایا ہے کہ وہ نیکیوں میں سبقت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز انصار اللہ یوکے کے لئے مبارک فرمائے کہ وہ جماعت کی سابقہ روایات کے مطابق شاندار مثال قائم کریں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اکتوبر 2004ء میں انصار اللہ یوکے کی مساعی کے ضمن میں فرمایا: ''میں نے گذشتہ جمعہ تحریک کی تھی یعنی یہاں کی مساجد کے بارے میں، ہارٹلے پول اور بریڈفورڈ کی مساجد کے لئے یوکے کی ذیلی تنظیموں کو توجہ دلائی تھی۔ الحمدللہ کہ انصار اللہ نے سب سے پہلے اطلاع دی کہ انہوں نے اتنے وعدے اکٹھے کر لئے ہیں اور آخری رپورٹ جو انہوں نے کل بھجوائی ہے اس کے مطابق 3 لاکھ پاؤنڈ کے ان کے وعدے ہیں۔ سب سے پہلے مجلس انصار اللہ کی طرف سے وعدے اور وصولیوں کی رپورٹ بھی آئی ہے۔ انہوں نے کچھ وصولیاں بھی کی ہیں اور وہ بھی اچھی تعداد میں ہیں ماشاء اللہ۔ الحمدللہ انصار نے یہ ثابت کر دیا ہے (باقی تنظیموں کو میں کہہ رہا ہوں) کہ انہیں بوڑھا نہ سمجھیں۔ وہ جوانوں کے جوان ہیں۔''

(الفضل انٹرنیشنل 5 نومبر 2004ء)

حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے لئے مسجد بنائے تو اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر ویسا ہی بنائے گا (مسلم کتاب المساجد) خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے آقا ﷺ کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے جوش اور اخلاص کے ساتھ اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیں اور حضور انور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس ذمہ داری کو ایک انعام سمجھ کر احسن طریق پر نبھانے والے ہوں۔ آمین۔

درس القرآن

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّ يّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّا جْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا. (سورة الفرقان75)

''اور وہ لوگ بھی (رحمٰن کے بندے ہیں) جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔''

رحمٰن کے بندوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس دعا کو نظر انداز کر دیا اور وہ اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت سے غافل ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک کر کے تمام حکومتیں ان کے قبضہ سے نکل گئیں اور اغیار نے ان کے ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ اگر مسلمان اپنے دورِ حکومت میں ان بلند اخلاق کے حامل رہتے جن کا اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے اور وہ رات دن اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں کرتے رہتے کہ خدایا ہمیں ایسی اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا موجب ہو اور وہ اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت سے کبھی غافل نہ ہوتے تو وہ نالائق بادشاہ امتِ محمدیہ میں کیوں پیدا ہوتے جنہوں نے تخت وتاج کو اپنی عیاشیوں کی نذر کر دیا۔ اور وہ حکومتیں جو ان کے آباؤ اجداد نے بڑی بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کی تھیں ان کو اپنی بدکرداریوں سے ضائع کر دیا۔ یہ تنزل مسلمانوں پر اس لئے آیا کہ وہ عباد الرحمٰن کے فرائض بھولتے چلے گئے اور جب انہوں نے خدا تعالیٰ کو بھلا دیا تو خدا بھی انہیں بھول گیا اور اس نے انہیں تاج وتخت سے محروم کر دیا۔ بے شک جو کچھ ہوا بے حد افسوس ناک ہے لیکن آئندہ کے لئے ہی مسلمان عبرت حاصل کریں اور اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت کی طرف توجہ کریں اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں کہ وہ ان کی زندگی میں بھی اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی نسلوں کو نیکی پر قائم رکھے اور ہمیشہ ان کا وجود ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب بنے تو وہ اب بھی اپنی کھوئی ہوئی متاع کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ پس انہیں اپنی ہمتوں کو بلند کرنا چاہئے اور مایوسی کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دینا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا ہے کہ مومن چھوٹی باتوں پر راضی نہیں ہوتا بلکہ وہ لیڈر بننے اور امام بننے کی دعا کرتا ہے، مگر کن کا امام؟ متقیوں کا امام، غیر متقیوں کا نہیں۔ ہر کوئی امام کس طرح ہو سکتا ہے اس کا طریق یہ ہے کہ ہر مرد کوشش کرے کہ اس کی بیوی دین سے واقف ہو، نماز روزہ کی پابند ہو، دینی کاموں میں حصہ لینے والی ہو، بچوں کی تربیت کرنے والی ہو تو وہ مرد امام ہوگا اور بیوی ماموم۔ اسی طرح اگر ماں اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کرے تو وہ امام ہوگی اور اولاد ماموم اور اولاد کے نیک کام بھی اس کی طرف منسوب کئے جائیں گے۔ جو کام ان کی اولادیں کریں گی وہ ان کے والدین کی طرف منسوب ہوں گے اور اس طرح وہ نیکوں کے امام ہوں گے۔ غرض اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندے ہمیشہ اپنی آئندہ نسلوں کی دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں تا کہ جو نورِ ایمان ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے صرف ان کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ قیامت تک ان کی نسلوں میں چلتا چلا جائے۔ کوئی زمانہ بھی ایسا نہ آئے جس میں ان کی اولاد یا ان کے متبع اور شاگرد دنیاداری کی طرف مائل ہو جائیں اور خدا اور رسولؐ کے احکامات پر دنیا کو مقدم کر لیں۔ پس ہر مومن کا کام ہے اور اس کا فرض ہے کہ جہاں وہ اپنی اولاد کی نیک تربیت سے کبھی غافل نہ ہو وہاں وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتا رہے کہ وہ خود ان کا معلم بنے اور انہیں اس قابل بنائے کہ وہ ہمیشہ اسلام کا جھنڈا اونچا رکھیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام بلند کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام میں مساجد کی اہمیت، اس کو آباد کرنے کی سعادت اور اس کے آداب سے متعلق آنحضرت ﷺ نے متعدد بار ارشادات فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل کئے جاتے ہیں:

☆ حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجد تعمیر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے لئے جنت میں اس جیسا گھر تعمیر کرتا ہے۔

☆ حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو مسجد میں عبادت کے لیے آتے جاتے دیکھوتو تم اس کے مومن ہونے کی گواہی دو (اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں''۔

☆ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب مسجد میں داخل ہونے لگتے تو یہ دعا پڑھتے - اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے رسول پر سلامتی ہو- اے میرے اللہ! میرے گناہ بخش اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے- اور جب آپ مسجد سے نکلنے لگتے تو یہ دُعا مانگتے: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر سلامتی ہو- اے میرے اللہ! میرے گناہ بخش اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے-

☆ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسجدیں اس لیے نہیں کہ ان میں پیشاب کیا جائے، تھوکا جائے یا کوئی گند وغیرہ پھینکا جائے (یعنی مسجدوں کو ہر قسم کی گندگی سے پاک وصاف رکھنا چاہئے کیونکہ) وہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن کریم کے پڑھنے کے لئے (تعمیر کی جاتی) ہیں۔

☆ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے پیاز اور لہسن کھانے سے منع فرمایا اور آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے اس بدبودار پودے سے کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو بھی اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے کسی شخص کو مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا تو (بطور بددعا) وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری یہ چیز تمہیں واپس نہ دلائے کیونکہ مسجدیں اس غرض کے لیے تعمیر نہیں کی گئیں۔

☆ حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں مشاعرہ کے رنگ میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور (اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ) اس میں بیٹھ کر خرید وفروخت کی جائے اور مسجد میں جمعہ کے دن نماز سے پہلے لوگ حلقے بنا کر بیٹھے باتیں کریں۔

☆ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لوگ مساجد (کی تعمیر) میں ایک دوسرے سے فخریہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔

کلام الامام

''میں اپنی جماعت کونصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔مگر شاید تم نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔

ہرایک شخص جواپنے بھائی کواس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یازیادہ عقلمند یازیادہ ہنرمند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کردے اور اُس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اُس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے۔ایسا ہی وہ شخص جواپنے مال یا جاہ وحشمت کا تصوّر کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا کہ یہ جاہ وحشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اُس پرایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جاپڑے اور اُس کے اُس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال ودولت عطا کردے۔ایسا ہی وہ شخص جواپنی صحت بدنی پرغرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پرنازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزا سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پرایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے بدتر کردے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت درازتک اس کے قویٰ میں برکت کردے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ایسا ہی وہ شخص بھی جواپنی طاقتوں پربھروسہ کر کے دعامانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ قوّتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔سواے عزیزو!ان تمام باتوں کو یادرکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خداتعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ایک شخص جواپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصّہ لیا ہے۔ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے نہیں سننا چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصّہ لیا ہے۔ایک غریب بھائی جواس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصّہ لیا ہے۔ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصّہ لیا ہے۔اور وہ جو خدا کے ماموراور مرسل کی پورے طور پراطاعت نہیں کرنا چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصّہ لیا ہے۔اور وہ جو خدا کے ماموراور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصّہ لیا ہے۔سوکوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبر کا تم میں نہ ہوتا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ۔خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شرتا تم پررحم ہو۔(روحانی خزائین نزول المسیح صفحہ 27-26)

عربی قصیدہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

يَا مَنْ أَحَاطَ الْخَلْقَ بِالْآلاَءِ
نُثْنِيْ عَلَيْکَ وَ لَيْسَ حَوْلُ ثَنَاءِ

اے وہ ذات جس نے اپنی نعمتوں سے ساری مخلوق کا احاطہ کیا ہوا ہے، ہم تیری تعریف کرتے ہیں لیکن تعریف کا حق ادا کرنے کی طاقت نہیں پاتے۔

اُنْظُرْ اِلَيَّ بِرَحْمَةٍ وَ عَطُوفَةٍ
يَا مَلْجَئِيْ يَا كَاشِفَ الْغَمَّاءِ

مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کر، اے میری پناہ، اے میرے حزن و کرب کو دُور کرنے والے۔

أَنْتَ الْمَلاذُ وَ أَنْتَ كَهْفُ نُفُوْسِنَا
فِيْ هَذِهِ الدُّنْيَا وَ بَعْدَ فَنَاءِ

تو ہی جائے پناہ ہے اور تو ہی ہماری جانوں کی پناہ گاہ ہے اس دنیا میں بھی اور فنا کے بعد بھی۔

اِنَّا رَأَيْنَا فِي الظَّلاَمِ مُصِيْبَةً
فَارْحَمْ وَ أَنْزِلْنَا بِدَارِ ضِيَاءِ

ہم نے تاریکی کے زمانے میں مصیبت دیکھی ہے پس تو ہم پر رحم فرما اور ہمیں نور کے گھر میں اتار دے۔

تَعْفُوْ عَنِ الذَّنْبِ الْعَظِيْمِ بِتَوْبَةٍ
تُنْجِیْ رِقَابَ النَّاسِ مِنْ اَعْبَاءِ

تو توبہ سے بڑے گناہوں کو (بھی) معاف فرما دیتا ہے۔ تو (ہی) لوگوں کی گردنوں کو بھاری بوجھوں سے نجات دیتا ہے۔

أَنْتَ الْمُرَادُ وَ أَنْتَ مَطْلَبُ مُهْجَتِیْ
وَ عَلَيْکَ كُلُّ تَوَكُّلِیْ وَ رَجَائِیْ

تو ہی میری مراد ہے اور تو ہی میری روح کا مطلوب ہے اور تجھ پر ہی میرا سارا بھروسہ اور اُمید ہے

اَعْطَيْتَنِی كَأْسَ الْمَحَبَّةِ رَيِّقَهَا
فَشَرِبْتُ رَوْحَاءً عَلٰی رَوْحَاءِ

تو نے مجھے محبت کی بہترین مے کا ساغر عطا کیا ہے تو میں نے جام پر جام پیا۔

اِنِّی أَمُوْتُ وَ لاَتَمُوْتُ مَحَبَّتِی
يُدْرٰی بِذِكْرِکَ فِی التُّرَابِ نِدَائِیْ

میں تو مر جاؤں گا لیکن میری محبت نہیں مرے گی۔ قبر کی مٹی میں بھی تیرے ذکر کے ساتھ میری آواز جانی جائے گی۔

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

گزشتہ دنوں میں مَیں نے چند شہروں کا دورہ کیا تھا جس میں برمنگھم کی مسجد کا افتتاح بھی ہوا۔ بریڈفورڈ کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا، یہ پلاٹ انہوں نے بڑی اچھی جگہ لیا ہے پہاڑی کی چوٹی پہ ہے، نیچے سارا شہر نظر آتا ہے۔ پلاٹ اتنا بڑا نہیں ہے لیکن امید ہے تعمیر کے بعد اس میں کافی نمازیوں کی گنجائش ہو جائے گی۔Covered ایریا یہ زیادہ کرلیں گے۔ پھر ہارٹلے پول کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، یہ بھی اچھی خوبصورت جگہ ہے لیکن یہاں جماعت چھوٹی ہے اور اب کچھ تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ بڑے عرصے سے تو چند مقامی لوگ تھے۔ اسائلم لینے والے بھی اب وہاں گئے ہیں لیکن ان لوگوں کی ابھی کوئی خاص آمدنی نہیں ہے۔ اور انہوں نے انشاء اللہ تعالیٰ مسجد بنانی ہے۔ مسجد کا نقشہ بنیادی پلان بڑا خوبصورت ہے۔ ڈاکٹر حمید خان صاحب مرحوم نے اس بارے میں کافی کوشش کی تھی کہ وہاں مسجد بنے۔ پلاٹ وغیرہ لینے میں ان کی کافی ہمت اور مدد رہی آخر دم تک وہ اس کے لئے کوشش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے اور درجات بلند فرمائے۔ اب جب مَیں نے وہاں پوچھا کہ مسجد بنا رہے ہیں تو رقم کی وجہ سے وہ اس کا نقشہ کچھ چھوٹا کرنا چاہتے تھے۔ مَیں نے انہیں کہا ہے کہ رقم کی وجہ سے نقشہ چھوٹا نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن مجھے امیر صاحب نے سفر میں بتایا کہ کسی وقت میں انصار اللہ UK نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہارٹلے پول میں ہم انصار اللہ مسجد بنائیں گے۔ اگر کیا تھا تو ٹھیک ہے اس کو پورا کریں۔ اور اگر نہیں بھی کیا تو اب میں یہ کام انصار اللہ UK کے سپرد کر رہا ہوں کہ انہوں نے وہاں انشاء اللہ مقامی لوگوں کی جس حد تک مدد ہو سکے کرنی ہے اور یہ جو اصل بنیادی نقشہ ہے اس کے مطابق مسجد بنانی ہے۔ اس مسجد پہ تقریباً پانچ لاکھ پونڈ کا اندازہ خرچ ہے۔ تو انصار اللہ نے کس طرح پورا کرنا ہے وہ اپنا پلان کرلیں اور کمر ہمت کس لیں۔ بہرحال ان کو مدد کرنی ہوگی۔ وہاں جماعت بہت چھوٹی سی ہے۔

اور پھر بریڈفورڈ میں تقریباً جو ان کا اندازہ ہے 1.6 ملین یا 16 لاکھ پاؤنڈ کا (اگر میں صحیح ہوں اور یادداشت ٹھیک ہے) تو وہاں کافی بڑی مسجد بن جائے گی۔ گو کہ وہاں کاروباری لوگ کافی ہیں اور مجھے امید ہے وہ اپنے ذرائع سے کافی حد تک جلدی اکٹھے کر کے مسجد مکمل کرلیں گے لیکن ہو سکتا ہے کچھ سستی ہو جائے۔ بعض وعدے کرتے ہیں، پورے نہیں کر سکتے۔ بعض مجبوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو ان کی مدد کے لئے خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ UK کے ذمہ میں ڈالتا ہوں کہ یہ بھی ان کی مدد کریں اور یہ اس علاقے میں ایک بڑا اچھا وسیع جماعت کا منصوبہ ہے جو مجھے امید ہے جماعت کی وسعت کا باعث بنے گا۔ وہاں اس کے لئے وہ بھی ان میں کچھ حصہ ڈالیں۔ اور لجنہ ہمیشہ قربانیاں کرتی رہی ہے۔ یہاں بیت الفضل ہے اس کے لئے بھی لجنہ نے ہی رقم اکٹھی کی تھی جو پہلے برلن مسجد کے لئے تھی پھر بعد میں بیت الفضل میں استعمال ہوئی۔ تو UK کی لجنہ کو اس بارہ میں کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ میری خواہش ہے کہ یہ دونوں مساجد ایک سال کے اندر اندر مکمل ہو جائیں، انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس رمضان میں دعاؤں اور قربانی کے جذبہ کے ساتھ اس طرف بھی توجہ دیں اور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵/اکتوبر ۲۰۰۴ء)

رسول اللہ ﷺ کا صبر و استقامت

قرآن کریم میں جب انبیاء کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ایک امر سب انبیاء میں مشترک نظر آتا ہے کہ اعلانِ رسالت سے قبل اپنی اپنی قوم میں وہ نیکی، تقویٰ، پرہیزگاری، اعلیٰ اخلاق اور دیگر اوصافِ حسنہ کی بناء پر قوم کے بہترین فرد تصور کئے جاتے ہیں اور قوم پُر امید نگاہوں سے انہیں قدر و منزلت کے ساتھ دیکھتی ہے۔ جیسے ہی انبیاء اپنی رسالت کا اعلان کرتے ہیں تو وہ اپنی قوم کے لئے مغضوب اور قابلِ نفرین وجود بن جاتے ہیں۔ وہ جو صدیق اور امین قرار دیئے جاتے تھے ان کی تکذیب شروع کر دی جاتی ہے اور وہ جو امن و سلامتی کے شہزادے ہوتے ہیں شقی القلب لوگ انہیں ایذا رسانی اور تکلیف دہی میں ایک سعادت سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس امر کو حسرت کے ساتھ بیان فرماتا ہے یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ یعنی وائے افسوس بندوں پر کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے وہ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تمسخر کرنے لگتے ہیں (یٰسین 31)۔

وہ سلوک جو گذشتہ اقوام نے اپنے رسولوں سے کیا اسی قسم کا سلوک بلکہ اس سے بڑھ کر برا سلوک شاہِ دو عالم، سرورِ کائنات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روا رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ اے رسول ''تجھے صرف وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھیں'' (حٰم سجدہ 44)۔ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ صبر کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے ''پس اے نبی تو بھی صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسول تجھ سے پہلے صبر کر چکے ہیں (احقاف 36)۔ انبیاء گو انسان ہوتے ہیں مگر ان کے پیچھے خدا تعالیٰ کا زبردست طاقتوں والا غالب ہاتھ ان کی پشت پناہی کر رہا ہوتا ہے اور انہیں تلقینِ صبر و استقامت کے ساتھ تائید و نصرت کی یقین دہانی بھی کروا رہا ہوتا ہے کہ بالآخر خدا اور اس کے رسول ہی غالب رہیں گے۔

آنحضرت ﷺ کا پیغام محدود وقت یا کسی مخصوص قوم کے لئے نہ تھا اور چونکہ آپ کا مقام نبیوں کا سردار ہونا تھا اس لئے سلسلہ انبیاء میں سب سے زیادہ تکالیف اور دکھ آپ کو دیئے گئے اور اعلان رسالت کے ساتھ ہی تکلیفوں اور اذیتوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ کو زبانی اذیتیں بھی دی گئیں اور جسمانی دکھ بھی سہنے پڑے، اپنے پیارے رشتہ داروں کی تکالیف کو بھی دیکھنا پڑا اور اپنے عزیز جانثار صحابہ کے ذہنی و جسمانی مصائب کا دل سوز نظارہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ مگر آپؐ نے تمام مصائب محض خدا تعالیٰ کے لئے بطیبِ خاطر جھیلے اور کبھی زبان پر کوئی شکوہ نہ آیا اور بڑے صبر، بلند حوصلہ اور شان کے ساتھ ساری عمر ایک کوہ وقار کی طرح اس راہ پر گامزن رہے جس پر چلنے کا حکم آپؐ کے خدا نے دیا تھا اور اعلیٰ درجہ کی استقامت کا نمونہ دکھاتے ہوئے بالآخر فتح یاب ہوئے۔

آنحضرت ﷺ کی تکالیف کا سلسلہ:

جب نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھلم کھلا تبلیغ شروع کی تو قریشِ مکہ میں اشتعال پھیل گیا کہ آپ اُن کے معبود بتوں کی جگہ ایک خدا کی عبادت کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے آپ کو ہنسی اور تمسخر کا نشانہ بنا لیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کے لئے کوہ صفاء پر چڑھ کر قریش کے ہر قبیلہ کا نام لے کر بلایا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو فرمایا ''اے قریش! اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات کو مان لو گے؟''۔ جب آپؐ نے انہیں خدائے واحد کا پیغام سنایا تو وہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور کہا محمدؐ تو ہلاک ہو (نعوذ باللہ) اور ہنسی مذاق کرتے ہوئے منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنے اقرباء کی دعوت کی تو اس میں بھی ہنسی مذاق کرتے ہوئے چلے گئے۔ جیسے جیسے تبلیغ کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا ویسے ویسے قریش کا تمسخر اور دشنام دہی بڑھتی چلی گئی۔ آپؐ کو کذاب، ساحر اور مجنون کہا گیا اور گندی گالیوں کا نشانہ بنایا گیا اور ہر طریق اختیار کیا گیا کہ آپؐ خدا تعالیٰ کی توحید کے اعلان سے دستبردار ہو جائیں لیکن کفارِ مکہ کا یہ سلوک آپؐ کی راہ میں ذرا بھی رکاوٹ نہ بن سکا اور اُن کی دشنام دہی کے مقابل پر اُن کے لئے دعائیں کرتے رہے کہ ''اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کہ یہ جانتے نہیں'' (بخاری کتاب الجہاد)۔ آپؐ کے مبارک اور مقدس نام کو بگاڑا اور انہوں نے بجائے محمدؐ کے مذمم کہنا شروع کر دیا یعنی قابلِ مذمت۔ آپؐ بڑے صبر و تحمل سے اسے برداشت کرتے رہے اور فرماتے کہ دیکھو یہ کسی مذمم کو گالیاں دے رہے ہیں جب کہ میرا نام تو خدا نے محمدؐ رکھا ہے۔ قریش مکہ نے اوباش اور آوارہ لوگوں کو اکسایا کہ وہ آپؐ کو تنگ کیا کریں تا کہ آپؐ اُن کے بتوں کے خلاف تبلیغ کرنی بند کر دیں۔ وہ آپؐ کے منہ پر بھی اور آپؐ کے پیچھے بھی طرح طرح کی بکواس کرتے جس کا مقصد آپؐ کا دل دکھانا اور دل شکنی کرنا تھا تا کہ آپؐ خوف زدہ اور مایوس ہو کر توحید باری تعالیٰ کے اعلان سے دستبردار ہو جائیں۔ مگر اُن کی مکروہ حرکات سے آپؐ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی فرق نہ پڑا۔

جب انہوں نے دیکھا کہ آپؐ بدستور اپنے کام میں مگن ہیں تو اُنہوں نے مزید ایذا دہی شروع کر دی اور آپؐ کے گھر میں پتھر پھینکنے شروع کر دیئے، دروازے پر کانٹے بچھاتے تا کہ آپ گھر سے باہر تشریف نہ لا سکیں۔ بعض دفعہ گھر کے اندر گندی اور بدبودار چیزیں پھینک دیتے تا کہ آپ کو تکلیف پہنچے۔ ایک بار آپؐ کے ہمسایہ ابولہب اور عقبہ نے ایک نہایت گندی اور بدبودار چیز گھر کے اندر پھینک دی۔ آپؐ خود اسے اٹھا کر باہر لائے اور صرف اتنا فرمایا: ''اے عبد مناف! یہ تم اچھا ہمسائیگی کا حق ادا کرتے ہو'' (تاریخ طبری)

صحابہؓ پر مظالم:

آپ کو اپنی تکلیف کے ساتھ اپنے جان نثار صحابہ کی تکالیف کو بھی برداشت کرنا پڑا اور اس اذیت سے بھی گذرنا پڑا کہ صرف آپؐ پر ایمان لانے کی وجہ سے ان معصوموں کو شدید عذاب میں مبتلاء کیا گیا۔ آپؐ کے صحابہ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اسے پڑھ کر آج بھی جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ حضرت عثمان بنو امیہ میں سے تھے ان کے چچا ان کو رسیوں سے باندھ کر پیٹا کرتے تھے۔ زبیر بن العوام قبیلہ اسد میں سے تھے اور ایک جواں مرد تھے مگر ان کا چچا انہیں چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں آگ کا دھواں دیا کرتا تھا کہ اسلام سے باز آ جاؤ۔ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو قریش نے عین صحن کعبہ میں مار مار کر بلکان کر دیا۔ حضرت ابوذر غفاری کو قریش نے اتنا زدوکوب کیا کہ مارتے مارتے زمین پر بچھا دیا قریب تھا کہ جان سے مار دیتے۔ حضرت صہیبؓ کو اتنا مارا جاتا کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے۔ غلاموں کے ساتھ تو بے حد ظالمانہ سلوک کیا جاتا۔ حضرت بلالؓ کو ابوجہل اور امیہ بن خلف باری باری پیٹا کرتے تھے اور عرب کی تپتی ریت میں ننگا کر کے زمین پر لٹا دیتے اور کہتے کہ کہو کہ تم لات و عُزیٰ کی پرستش کرو گے اور محمدؐ سے جدائی اختیار کر لو گے مگر ان کی زبان سے احد احد ہی نکلتا جس پر ان ظالموں کو اشتعال آ جاتا اور وہ مزید ظلم و ستم کے طریق اختیار کرتے۔ حضرت زنیرہؓ کو اس قدر بے دردی سے پیٹا گیا کہ ان کی بصارت جاتی رہی۔ حضرت یاسرؓ کو مار مار کر ہلاک کر دیا گیا اور ان کی اہلیہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا گیا۔ خباب بن الارت پہلے غلام تھے مگر آزاد ہو چکے تھے اور لوہار کا کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش نے انہیں پکڑ کر ان ہی کی کوئلوں کی بھٹی کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر الٹا لٹا دیا اس طرح کہ کوئلے ان کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے۔ غرض آنحضرت ﷺ کو اپنی ذاتی تکالیف کے ساتھ ساتھ اپنے پیاروں کی تکالیف کو بھی برداشت کرنا پڑا مگر آپؐ نے اور آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ نے صبر و برداشت کا وہ عظیم الشان نمونہ دکھایا کہ تاریخ عالم میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وقت اسلام کے لئے بے حد نازک وقت تھا مگر صحابہ میں مقابلہ کے لئے جوش تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کفار سے مقابلہ کی درخواست کی مگر آپؐ نے انہیں صبر کی تعلیم دی کہ ابھی خدا تعالیٰ کی طرف سے عفو کا ہی حکم ہے اس لئے میں تم کو لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ صحابہ نے کمال وفاداری کے ساتھ صبر و برداشت کا بے نظیر نمونہ دکھلایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؐ کے صبر و استقامت کے متعلق فرماتے ہیں: ''ہمارے نبی ﷺ نے اپنے زمانہ میں خود سبقت کر کے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دکھ اٹھایا اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں اور ایسا ہی آپؐ کے اصحاب بھی اسی اصول کے پابند رہے۔ اور جیسا کہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ دکھ اٹھاؤ اور صبر کرو ایسا ہی انہوں نے صدق اور صبر دکھایا۔ وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے انہوں نے دم نہ مارا۔ ان کے بچے ان کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے، وہ آگ اور پانی کے ذریعہ سے عذاب دئے گئے مگر وہ شر کے مقابلہ سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیر خوار بچے ہیں۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ دنیا میں تمام نبیوں کی امتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرتِ انتقام ہونے کے خدا کا حکم سن کر ایسا اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنا لیا جیسا کہ انہوں نے بنایا؟ کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوتِ بازو اور طاقت مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردمی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذا اور زخم رسانی پر تیرہ برس برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سیّد و مولیٰ اور آپؐ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا۔ بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپؐ کے جانثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے۔ اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خون ریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی کمزوری اور بزدلی نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو تیار ہو گئے تھے۔ بے شک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے اور گو ہم تمام دنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی امت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاقِ فاضلہ نہیں پاتے۔'' (روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 11-10)

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کی کہ آپ کا سانس رکنے لگا۔ حضرت ابوبکر کو علم ہوا تو دوڑے آئے اور اُس بدبخت سے چھڑایا اور قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ ''کیا تم ایک شخص کو صرف اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب خدا ہے۔'' (بخاری) اسی بدبخت عقبہ بن ابی معیط کی ایذا دہی کا ایک اور واقعہ بخاری کتاب الوضو میں یوں آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک بولا کہ تم میں سے کون ہے جو اونٹنی کی بچہ دانی لا کر محمدؐ کی پشت پر رکھ دے۔ بدبخت عقبہ اٹھا اور اونٹنی کی بچہ دانی اٹھا لایا۔ جب نبی کریم ﷺ سجدہ میں گئے تو آپؐ کی پشت پر ڈال دی جس سے آپؐ کے لئے سجدہ سے اٹھنا مشکل ہو گیا اور انہوں نے ہنسنا شروع کر دیا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ آئیں اور انہوں نے آپؐ کی پشت سے وہ گند ہٹایا۔ ایک اور موقعہ پر جب آپؐ نے صحن کعبہ میں توحید باری تعالیٰ کا اعلان کیا تو قریش نے جوش میں آ کر ہنگامہ برپا کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بیٹے حضرت حارث ابن ابی ہالہ بھاگے ہوئے آئے اور آپؐ کی حفاظت کرنا چاہی تو کسی شقی القلب انسان نے انہیں تلوار کے وار سے قتل کر دیا۔ حضرت خدیجہ اور حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کے ظالمانہ طریق میں اور بھی تیزی آ گئی اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو مزید تکالیف پہنچانی شروع کر دیں۔ ایک دفعہ کسی شریر نے آپؐ کے سر مبارک پر خاک ڈال دی۔ حضرت فاطمہؓ نے آپ کا سر دھویا اور ساتھ ساتھ روتی جاتی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا بیٹی رو نہیں اللہ تیرے باپ کی خود حفاظت کرے گا اور سب تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔

شعب ابی طالب میں اسیری:

نبوت کے ساتویں سال میں جب قریش مکہ نے دیکھا کہ وہ کسی طریق سے آپؐ کے استقلال کو ڈگمگا نہیں سکے اور اسلام پھیلتا جا رہا ہے تو وہ اور مشتعل ہو گئے اور انہوں نے آپؐ کو اور صحابہ کو ایک گھاٹی میں محصور کر دیا تا کہ کوئی آپ تک نہ پہنچ سکے اور نہ آپ کھلم کھلا تبلیغ کر سکیں۔ اسی طرح کھانے پینے کے سامان کی فراہمی بھی بند کر دی تا کہ بھوک سے مجبور ہو کر آپ تبلیغ رسالت سے باز آجائیں اور لوگ بھی بد دل ہو کر آپ کا ساتھ چھوڑ دیں۔ آپؐ کے ساتھ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے دونوں قبیلے بھی محصور ہو کر رہ گئے۔ اُس دور میں جو تکالیف آپ کو اور صحابہؓ کو اٹھانی پڑیں ان کی تفصیل سے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ بچوں کا بھوک کی وجہ سے برا حال ہو جاتا ان کے رونے کی آواز سے قریش مکہ خوش ہوتے۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ انہوں نے جانوروں کی طرح جنگلی درختوں کے پتوں کو کھا کر گذارا کیا۔ اُس دور میں فاقوں کی وجہ سے حضرت خدیجہ کی صحت پر بہت برا اثر پڑا کہ آپؐ کی حرم محترم ام المومنین اسیری کے فوراً بعد وفات پا گئیں۔ یہ اسیری کا دور تقریباً تین سال کے لمبے عرصہ تک جاری رہا۔

سفر طائف

شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد جب آپؐ نے دیکھا کہ قریش انکار پر بضد ہیں تو آپؐ نے طائف کے لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچانے کا ارادہ کیا۔ طائف مکہ سے جنوب مشرق میں چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اُس زمانے میں طائف میں بڑے صاحبِ ثروت لوگ آباد تھے۔ آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور دس دن قیام فرمایا اور طائف کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی مگر سب نے انکار کیا اور ہنسی اڑائی۔ آپؐ نے طائف کے رئیس اعظم عبد یالیل کے پاس جا کر اسے اسلام کا پیغام پہنچایا مگر اس نے بھی انکار کر دیا اور مذاق اڑایا اور کہا کہ آپؐ طائف سے چلے جائیں۔ اس بدبخت نے شہر کے آوارہ لڑکے آپؐ کے پیچھے لگا دیئے اور وہ برابر تین میل تک آپ کا پیچھا کرتے رہے اور گالیاں دیتے رہے اور پتھروں کا نشانہ بناتے رہے حتیٰ کہ آپؐ کا بدن خون سے تر بتر ہو گیا۔ طائف سے تین میل دور آ کر ایک باغ میں پناہ لی اور اللہ کے حضور یوں دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَ قِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَ ھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ. اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرَّحِمِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّی. الخ یعنی۔ اے میرے رب میں اپنے ضعفِ قوت اور قلتِ تدبیر اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی بے بسی کی شکایت تیرے ہی پاس کرتا ہوں۔ اے میرے خدا تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور کمزوروں اور بے کسوں کا تو ہی نگہبان و محافظ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے..... میں تیرے ہی منہ کی روشنی میں پناہ کا خواستگار ہوتا ہوں کیونکہ تو ہی ہے جو ظلمتوں کو دور کرتا اور انسانوں کو دنیا و آخرت کے حسنات کا وارث بناتا ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ اس موقعہ پر پہاڑوں کا ایک فرشتہ آپؐ کے سامنے ظاہر ہوا اور اس نے عرض کی اگر ارشاد ہو تو پہلو کے دونوں پہاڑ طائف کے لوگوں پر پھینک کر انہیں پیس دیا جائے۔ مگر رحمت العالمین ﷺ نے فرمایا ''نہیں نہیں۔ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ انہی لوگوں میں سے وہ لوگ پیدا کر دے گا جو خدائے واحد کی پرستش کریں گے۔'' مصائب کے ان ایام کے متعلق سر ولیم میور لکھتا ہے: ''اُن ایام میں محمدؐ (ﷺ) اپنی قوم کے سامنے اس طرح سینہ سپر تھا کہ انہیں بعض اوقات حرکت کی تاب نہیں ہوتی تھی۔ اپنی بالآخر فتح کے یقین سے معمور مگر بظاہر بے بس اور بے یار و مددگار۔ وہ اور اس کا چھوٹا سا گروہ اس زمانہ میں گویا ایک شیر کے منہ میں تھے مگر اس خدا کی نصرت کے وعدوں پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے جس نے اسے رسول بنا کر بھیجا تھا محمدؐ (ﷺ) ایک ایسے عزم کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑا تھا جسے کوئی چیز اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی تھی۔ یہ نظارہ ایک ایسا شاندار منظر پیش کرتا ہے جس کی مثال سوائے اسرائیل کی اس حالت کے اور کہیں نظر نہیں آتی کہ جب اس نے مصائب و آلام میں گھر کر خدا کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے کہ اے میرے آقا! اب تو میں، ہاں صرف میں ہی اکیلا رہ گیا ہوں۔ نہیں بلکہ محمدؐ (ﷺ) کا یہ نظارہ اسرائیلی نبیوں سے بھی ایک رنگ میں بڑھ کر تھا...... محمدؐ (ﷺ) کے یہ الفاظ اسی موقعہ پر کہے گئے تھے کہ اے میری قوم کے صنادید تم نے جو کچھ کرنا ہے کر لو میں بھی کسی امید پر کھڑا ہوں'' (سیرۃ خاتم النبیینؐ)

ہجرت اور جنگ کے مصائب

جب مکہ کے لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آپؐ اور صحابہ کو ہر قسم کی اذیت دینے کی انتہا کر دی بلکہ آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دیا جس کے نتیجہ میں اپنا محبوب شہر چھوڑنا پڑا۔ مدینہ میں کچھ اطمینان ہوا مگر وہاں بھی جنگوں کے مصائب برداشت کرنے پڑے۔ جنگوں میں خوف و ہراس اور بے سروسامانی کا عالم بھی دامنگیر تھا۔ جنگ احد کا دلخراش واقعہ آج بھی تڑپا دیتا ہے کہ کس طرح امن و سلامتی کے شہزادے اور معصوموں کے سردار کو ظالم بدبختوں نے شدید زخمی کر دیا رخسار مبارک پر زخم آیا اور دندان مبارک شہید ہو گئے۔

سنتِ انبیاء کے مطابق آنحضرت ﷺ کو بھی بہت سے ابتلاؤں اور تکالیف کو برداشت کرنا پڑا۔ جو مصائب آپؐ نے دیکھے اور برداشت کئے وہ پہلوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ تیرہ برس تک مسلسل تکالیف اور ایذارسانی کو برداشت کرتے چلے گئے اور اس کے مقابلہ میں صبر و رضا، مستقل مزاجی اور استقامت کا وہ عظیم الشان نمونہ دکھلایا جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ کوئی دکھ، کوئی اذیت اور کوئی مصیبت آپ کی ثباتِ قدمی کو ڈگمگا نہ سکی۔ آپؐ کے صبر عظیم کی وجہ سے بالآخر ایک عظیم فتح نصیب ہوئی اور اس موقعہ پر آپؐ کا ایک اور خلقِ عظیم ظہور میں آیا کہ ان تمام اذیت دینے والوں کو اور جانی دشمنوں کو یکسر معاف فرما دیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بنی نوع انسان سے حسن سلوک

〈آغا یحیٰ خان〉

(نوٹ: یہ تقریر جلسہ سالانہ سویڈن کے موقع پر کی گئی)

حضرات! اس وقت آپ سے جس موضوع پر میں گفتگو کروں گا وہ موضوع ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بنی نوع انسان سے حسن سلوک۔ اس موضوع کو میں نے اس لئے بھی منتخب کیا کہ آج کی دنیا کے انسان نے حسن سلوک، رواداری اور عفوو درگذر کو طاق نسیاں پر رکھ دیا ہے اس میں سے انسانی ہمدردی کی روح ایسے پرواز کر گئی ہے جیسے کبوتر اڑان کے وقت اپنے گھونسلے سے پرواز کر جاتا ہے جدھر دیکھئے منافرت اور انتقام اور خودغرضی اپنے شکنجے میں انسانیت کو جکڑے ہوئے ہے آج کی سسکتی اور مجروح انسانیت کو ایک ایسے مسیحا کی ضرورت ہے جو پیار و محبت کا پیکر ہو اور مجروح انسانیت کے زخموں پر وہ مرہم لگا سکے جس سے سسکتی اور تڑپتی انسانیت سکھ کا سانس لے سکے خدائے رحیم و رحمان نے آج کی دکھی انسانیت کے لئے حضرت اقدس امام مہدی مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ نے آ کر یہ اعلان کیا کہ

مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

بنی نوع انسان کے ساتھ آپ کا جو مشفقانہ سلوک تھا اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

آپ کے ایک صحابی نے جن کو تمبا کو والا پان کھانے کی عادت تھی آپ سے عرض کیا کہ حضور پان پیش کروں۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں دے دیجئے اور انسانی جذبات اور احساسات کا اتنا خیال تھا کہ پان کو کھول کر نہ دیکھا کہ کہیں پان دینے والے صاحب کو یہ خیال نہ گزرے کہ حضور مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔ تمبا کو نے تو اپنا اثر دکھانا ہی تھا پان کھا کر طبیعت متغیر ہو گئی پانی کا گلاس منگوایا اور پی لیا کیونکہ اگر کوئی شخص تمبا کو والا پان نہ کھاتا ہو اور کھالے تو اس کا بہتر علاج یہ ہی ہے کہ اس کے بعد پانی پی لیا جائے چنانچہ حضور نے اس پر عمل کیا پانی پینے سے قے آ گئی اور معدہ صاف ہو گیا دیگر اصحاب کے دریافت کرنے پر پان دینے والے صاحب نے بتایا کہ میں نے غلطی سے حضور کو تمبا کو والا پان دے دیا وہ صاحب بھی اور دیگر اصحاب بھی نادم و شرمندہ کھڑے ہوئے تھے کہ حضور نے پان دینے والے صحابی کی طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا میاں بہت اچھا ہوا آج صبح سے طبیعت پر بوجھ تھا اتر گیا۔

آپ کو بتایا گیا کہ نان بائی آٹا چوری کرتا ہے فرمایا اس کو کیا سزا دو گے یہ بے چارہ تو ایک روٹی کے لئے دو دفعہ جہنم میں جاتا ہے یہ کہہ کر اس سے درگزر فرما گئے۔

ایک اور واقعہ سنئے آپ نے مہمانوں کی خاطر چینی کے برتن منگوائے تھے ایک خادم ان برتنوں کو لے کر آ رہے تھے کہ ان کے ہاتھ سے وہ برتن گر کر ٹوٹ گئے دوسرے خادم نے آ کر حضور کو اطلاع دی کہ حضور فلاں خادم نے وہ چینی کے برتن توڑ دیئے ہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے تحمل سے فرمایا ہاں مجھے علم ہو گیا ہے میں نے ٹوٹنے کی آواز سنی تھی برتن ٹوٹنے کی آواز بہت اچھی لگی یہ کہہ کر معاملے کو رفع دفع کر دیا۔ عفوو درگذر کو یہ سلوک کتنا خوبصورت اور حسین نمونہ ہے۔

لاہور کا واقعہ ہے حضور جب رہائش گاہ سے نکلے تو ایک شخص جس کو مہدی ہونے کا دعویٰ تھا آپ کو دھکا دیا حضور تقریباً گرنے لگے صحابہ نے اس شخص کو پکڑ کر سرزنش کرنا چاہی تو مسکرا کر فرمایا کہ اسے کچھ مت کہو یہ بے چارہ سمجھتا ہے کہ میں نے اس کی سیٹ پر قبضہ کر لیا ہے

لاہور ہی کا ایک اور واقعہ سماعت فرمائیے آپ ایک محفل میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آ کر آپ کے سامنے بیٹھ کر بدکلامی کی انتہا کر دی وہ گفتگو میں اپنی خباثت کی انتہا پر پہنچتا جاتا تھا حضور پگڑی کا پلو منہ پر رکھ کر سارا وقت اس کی بدکلامی کو سنتے رہے جب وہ خاموش ہو گیا تو فرمایا آپ اور کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں اس نے کہا کہ ہاں کہنا چاہتا ہوں فرمایا کہیئے کہنے لگا میرے پاس جانے کا کرایہ نہیں ہے کرایہ دے دیجئے۔ شفقت و محبت اور عفوو درگذر کے مسیحا نے اسے اپنی جناب سے کرایہ عنایت فرما دیا۔ اس محفل میں ایک ہندو وکیل صاحب بھی بیٹھے تھے جنہوں نے برملا کہا کہ میں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حلم اور بردباری کی بات تو سنی تھی لیکن آج جس حلم اور بردباری کا نظارہ میں نے دیکھا ہے اس پر میں سخت حیران ہوں۔

مہمان خانے میں کچھ مہمان جب تشریف لائے اور عملے کے کچھ لوگوں نے ان سے مناسب سلوک نہ کیا اور مہمان واپس جانے لگے تو جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو بڑی تیزی کے ساتھ ان مہمانوں کی تلاش میں نکلے اور ان کو راستہ سے واپس لائے اور ان سے معذرت فرمائی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے احباب میں گفتگو فرما رہے تھے تو ایک فقیر نے آواز دی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کیونکہ احباب سے مصروف گفتگو تھے اس لئے توجہ نہ دے سکے جب گھر تشریف لے گئے تو یک دم خیال آیا کہ سائل نے سوال کیا تھا واپس آئے اور دریافت کیا کہ وہ سائل کہاں گیا کچھ دیر بعد وہ سائل واپس آیا اور اس نے صدا دی تو حضور باہر تشریف لائے اور جو اسے دینا تھا دے کر فرمایا کہ جب آپ نے پہلی دفعہ صدا دی تھی تو میں نے آواز نہ سنی میں معذرت چاہتا ہوں۔ اس معاشرہ میں جہاں فقیروں کو جھڑکیاں بھی دی جاتی ہیں خدا کا مسیحا ان فقیروں کا بھی کتنا خیال رکھتا تھا۔

جب لیکھرام کی موت واقع ہوئی تو اس موقع پر حضور نے فرمایا جہاں خدا کا نشان پورا ہوا ہے اس کی ہمیں خوشی ہے لیکن ہمیں افسوس بھی ہے اس کے مرجانے کا وہ شخص جس نے سالہا سال آپ کی مخالفت میں گزارے اس کی موت پر بھی آپ

تاسف کا اظہار فرماتے ہیں۔

ایک مقدمہ میں آپ کے وکیل نے آپ کے شدید مخالف کے متعلق عرض کیا کہ میں اس سے متعلق ایک ایسا واقعہ عدالت میں پیش کروں جس سے اس کی انتہائی سبکی ہو اور لوگ سمجھ جائیں کہ اس کا خمیر کہاں سے اٹھا ہے تو حضور نے فورا فرمایا کہ میں ہرگز آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا آپ اس سے متعلق یہ بات کہیں۔ آج کی دنیا میں انسان اپنے دشمنوں کے نقائص تلاش کرتا ہے لیکن خدا کا مقدس مسیح ہمارا آقا دشمنوں کے نقائص کی پردہ پوشی کرتا ہے یہ وہ چلن ہے یہ وہ انداز ہے یہ وہ طریقہ ہے جس پر عمل کر کے آج کا انسان سکھ کی سانس لے سکتا ہے اور انسانی معاشرہ میں انتقام اور تعصب کی بجائے پیار و محبت کی روح پروان چڑھ سکتی ہے۔

صاحب دین صاحب آف گوجرنوالہ بیان کرتے ہیں:۔''غالباً1904ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جماعت احمدیہ لاہور کو اطلاع ملی کہ حضورؑ فلاں گاڑی سے لاہور پہنچ رہے ہیں۔ ہم لوگ حضور کی پیشوائی کے لئے ریلوے اسٹیشن پر گئے۔ ان دنوں گھوڑا فٹن گاڑی کا بہت کم رواج تھا۔ ہم نے فٹن تیار کھڑی کر دی۔ جب حضورؑ سوار ہوئے تو ہم نوجوانوں نے جیسا کہ عام رواج تھا گاڑی کے گھوڑے کھلوائے اور فٹن کو خود کھینچنا چاہا۔ تو حضور نے ہمارے اس فعل کو دیکھ کر فرمایا ہم انسانوں کو ترقی دے کر اعلیٰ مدارج کے انسان بنانے آئے ہیں نہ کہ برعکس اس کے انسانوں کو گرا کر حیوان بناتے ہیں کہ وہ گاڑی کھینچنے کا کام دیں۔ مفہوم یہ تھا الفاظ شاید کم و بیش ہوں۔ خیر ہم خدام نے فوراً اپنے فعل کو ترک کر دیا اور گھوڑے گاڑی لے کر چلائے۔ اندازہ لگائیے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی نظر میں انسان کا کتنا عظیم مقام تھا اور انسان کی معمولی سی تذلیل بھی حضرت اقدس کو ایک لمحہ کے لئے بھی پسند نہ تھی۔

((روایت صاحب دین صاحب، رجسٹر روایات نمبر 1 صفحہ 10)

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سکنہ قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ بیان کرتے ہیں:۔ ایک دفعہ حضور اس راستہ پر سیر کو تشریف لے جا رہے تھے جو بورڈنگ ہاؤس کو جاتا ہے۔ غالباً جہاں ڈھاب ہے اس کے برابر راستہ کے شرقی جانب ایک بوڑھا سکھ جس نے صرف لنگوٹی باندھی ہوئی تھی اور سب ننگا تھا گھاس کھود رہا تھا۔ اور کچھ گھاس اس نے مگری میں ڈالا ہوا تھا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا راستہ روک کر بولا ''مرزیا تینوں پتہ اے کہ توں اور میں گھلدے ہوندے سال کدے توں مینوں ڈھالیندا اسیں کیدی میں تینوں ڈھالیندا اساں'' حضور بڑی توجہ سے اس کی باتیں سنتے رہے اور جواب دیتے رہے کہ ہاں سردار جی سچ اے۔ جب تک اس نے خود راستہ نہیں چھوڑا حضور وہیں کھڑے رہے۔ اور بڑے پیار اور محبت سے اس کی باتوں کا جواب دیتے رہے''۔

((روایت ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب، قلعہ صوبا سنگھ سیالکوٹ.
رجسٹر روایات نمبر1 صفحہ 32-33)

اللہ اللہ خدا کا وہ مسیح جس کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا کس طرح حق دوستی نبھا رہا تھا اور اپنے دوستوں اور انسان کے جذبات کا کتنا احساس تھا کاش کہ آج کا انسان اگر اس پاک نمونہ کو اپنا لے تو دنیا بہشت کا نظارہ کرے۔

حکیم احمد الدین صاحب شاہدرہ لاہور بیان کرتے ہیں کہ:''1900ء کے لگ بھگ کا ذکر ہے کہ حضرت اقدس اور مولوی محمد حسین بٹالوی کا باہمی مقدمہ تھا اور دھاریوال میں ڈپٹی آیا ہوا تھا۔ اور وہیں تاریخ مقدمہ پر حضرت صاحب تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ہمراہ ایک یہ عاجز تھا دوسرے سیٹھ اسماعیل آدم تھے اور سات آٹھ اور احمدی تھے جن کے نام میں نہیں جانتا۔ حضرت اقدس پالکی پر تھے اور سیٹھ صاحب پرانے فیشن کے یکہ پر۔ جو حضرت صاحب نے خاص سیٹھ صاحب کے لئے منگوایا تھا۔ باقی ہم سب پیادہ پا ساتھ چلتے تھے۔ سیٹھ صاحب نے عذر کیا کہ میں ساری عمر میں ایک ہی دفعہ یکہ پر سوار ہوا ہوں اور اس روز یکہ سے گر پڑا تھا لہٰذا یکہ پر میں سواری نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس نے فرمایا میں یکہ پر سوار ہو جاتا ہوں اور آپ پالکی پر سوار ہو جائیں۔ لیکن سیٹھ صاحب نے کہا یہ ترک ادب ہے اور میں یہ جرات بالکل نہیں کر سکتا۔ آخر سیٹھ صاحب یکہ پر سوار ہو گئے راستہ میں جا کر یکہ سے گر پڑے۔ حضرت اقدس کو پتہ لگا تو آپ پالکی سے اتر کر دوڑتے ہوئے پہنچے۔ ضربات کے متعلق دریافت فرمایا اور بہت اصرار سے فرمایا کہ سیٹھ صاحب آپ ضرور پالکی پر بیٹھ جائیں مگر سیٹھ صاحب نے بھی سخت انکار کیا اور پیدل چلنے پر رضامند ہو گئے مگر حضرت اقدسؑ نے فرمایا اگر آپ پالکی میں بالکل نہیں بیٹھنا چاہتے تو پھر اس یکہ پر سوار ہو جائیں آپ بھاری بھر کم ہیں آپ سے چلا نہیں جائے گا۔ آخر سیٹھ صاحب پھر یکہ پر بیٹھ گئے اور حضرت اقدس نے ہم چار آدمیوں کو یکہ کے اردگرد معین فرما دیا کہ سیٹھ صاحب کی حفاظت میں رہو کہ یہ گرنے نہ پائیں چنانچہ ہم چاروں ہمرکاب رہے۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا جس کی مالکہ ایک سکھ عورت تھی۔ اس گاؤں کا نام یاد نہیں رہا۔ گاؤں کے ساتھ ہی ایک کنواں تھا اور کنویں کے ساتھ ہی ایک مکان تھا۔ جو کہ مسافروں کے لئے تھا۔ حضرت اقدس کے حکم سے ہم وہاں ٹھہر گئے۔ تا کہ نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھی جائیں۔ چنانچہ حضرت اقدس کی اقتدا میں ہم نے ظہر و عصر کی دوگانہ نمازیں ادا کیں۔ کیونکہ ہمارے ساتھ کوئی مولوی صاحب موجود نہ تھے۔ تمام مولوی صاحبان بمع حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ایک اور گاؤں میں پہلے پہنچ چکے ہوئے تھے۔ جہاں احمدی جماعت بھی تھی۔ اور وہاں شب باشی کا انتظام تھا اور وہ گاؤں اس سکھوں کے گاؤں سے تقریباً میل دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ حضرت اقدس کا ارادہ تھا کہ نماز ادا کر کے پھر اس گاؤں میں پہنچ جائیں گے مگر اس گاؤں کی مالکہ نے جب حضرت اقدس کی آمد کا سنا تو اس نے اپنے ایک کاردار مختار کو بھیجا جو کہ مسلمان تھا۔ اس نے آ کر ہم سب کو کھانڈ کا شربت پلایا۔ اور حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ سردارنی کہتی ہے آپ اس جگہ شب باش ہوں اور طعام و قیام کا انتظام میرا ہو۔ حضرت اقدس نے عذر فرمایا کہ کل تاریخ ہے اور آج کا انتظام فلاں گاؤں میں کر رکھا ہے۔ اس لئے مجبوری ہے ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔ وہ مختار چلا گیا اور پھر فوراً واپس آیا کہ سردارنی بہت آزردہ خاطر ہو کر عرض کرتی ہے کہ میرا دل آپ نے اس لئے توڑ دیا ہے کہ میں عورت ہوں اور بیوہ ہوں۔ ہمارے خاندان اور آپ کے خاندان میں آپس میں ہر طرح کے تعلقات تھے۔ تنبول وغیرہ اور باہمی شادیوں اور غمیوں میں شرکت وغیرہ۔ اگر آج ہمارے سردار زندہ ہوتے تو کیا آپ اس دعوت سے انکار کر سکتے تھے۔ یہ باتیں سن کر حضرت صاحب نے فرمایا کہ اچھا ہم یہیں شب باش ہو جاتے ہیں اور احمدیوں کے گاؤں کی طرف آدمی بھیج دیا کہ مولوی صاحبان اور وکیل

صاحبان یہاں چلے آویں اور باقی احمدی وہاں رہیں۔ چنانچہ وہ سب رات کو آ گئے اور حضرت اقدس نے ساری رات قریبا کاغذات متعلقہ مقدمہ کی دیکھ بھال میں بمع وکلاء و مولوی صاحبان جاگتے بسر کی اور صبح دھار یوال پہنچ گئے اور مقدمہ کی تاریخ بھگتی۔

جب ہم ظہر و عصر کی نماز پڑھ چکے تھے اور سردار نی کی طرف سے شربت ہمیں پلایا گیا تھا تو اس وقت کوئی پانچ بجے کا وقت ہوگا۔ ہم میں سے بعض نے شربت پینے سے عذر کیا کہ ہم روزہ سے ہیں۔ کیونکہ وہ دن ماہ رمضان کے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا سفر میں روزہ جائز نہیں آپ نے کیوں روزہ رکھا جس پر روزہ داروں نے عذر کیا کہ ہمیں علم نہ تھا پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ روزہ چھوڑ دو اور شربت پی لو۔ یہ کوئی روزہ نہیں ایک شخص نے عرض کی کہ اب تو دن قریب الغروب ہے اب روزہ اختتام تک پہنچا دینا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا پھر بھی آپ کو یہ روزہ تو رکھنا ہی پڑے گا کیونکہ فرض روزہ وہی ہوگا۔ یہ کلمہ سنتے ہی ہم سب روزہ داروں نے روزہ چھوڑ کر شربت پی لیا''۔

(روایت حکیم احمد الدین صاحب لاهور. رجسٹر روایات نمبر1صفحہ35 تا37)

حکیم اللہ دتا صاحب ولد نظام الدین صاحب سکنہ شاہ پور امر گڑھ ضلع گورداسپور بیان کرتے ہیں: ''سرفراز خان بیان کرتا ہے کہ میں قادیان آیا حضور ہمارے ساتھ ہی کھانا کھانے لگ گئے۔ میرے برتن میں سالن کم تھا اور مسیح موعودؑ کے برتن میں سالن زیادہ تھا میں نے سمجھا کہ باورچی کی غلطی ہے کہ میرے برتن میں تھوڑا سالن ہے اور مسیح موعودؑ کے برتن میں زیادہ۔ تو میں اسی خیال میں تھا کہ حضور نے میرا برتن اپنے آگے رکھ لیا اور اپنا برتن میرے آگے رکھ دیا۔ اور میں اس وقت پانی پانی ہوگیا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میرے راز کا پتہ لگ گیا''۔

(روایت حکیم اللہ دتا صاحب، گورداسپور۔ رجسٹر روایات نمبر1 صفحہ105)

پیار اور محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے کا کیسا نازک اور حسین انداز تھا۔

حکیم اللہ دتا صاحب ولد نظام الدین صاحب سکنہ شاہ پور امر گڑھ ضلع گورداسپور بیان کرتے ہیں: ''سرفراز خان نے بیان کیا کہ ہم جلسہ پر آئے اور حضور کو کسی نے گھوڑی دی۔ تو سرفراز نے کہا کہ میرے دل میں آیا کہ یہ گھوڑی مجھ کو مل جاوے اور میں اس کو لے جاؤں اور کہوں کہ مسیح کی گھوڑی میں لے آیا ہوں۔ جب جلسہ ختم ہوا تو میں عرض کیا کہ حضور میں واپس جانا چاہتا ہوں حضورؑ نے فرمایا ٹھہرو۔ تیسرے روز میں نے پھر ایسا ہی کہا تو حضور نے فرمایا کہ چوہدری صاحب یہ گھوڑی لے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ حضور اس گھوڑی کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کو گھاس اور دانہ ڈالو اور اس پر چڑھو یہی اس کی قیمت ہے''۔

(روایت حکیم اللہ دتا صاحب ، گورداسپور. رجسٹر روایات نمبر1صفحہ105 - 106)

ہر اچھی چیز کو خود قابو کر لینا اور دوسرے کا خیال نہ رکھنا انسان کی سیرت کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے اور اسی کا نام خود غرضی ہے لیکن آپ نے اس معاملہ میں حضرت اقدس علیہ السلام کا نمونہ دیکھا دوسرے انسانوں اور اپنے دوستوں کا کتنا خیال رکھتے تھے بلکہ جانوروں کا بھی کتنا فکر تھا گھوڑی دیتے وقت فرمایا کہ اس جانور کا بھی خیال رکھنا کہیں یہ بھوکا اور پیاسا نہ رہے۔ مجھے جانوروں سے محبت کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور واقعہ یاد آ گیا کہ حضور لکھنے میں مصروف تھے کہ آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا لیکن حضور علیہ السلام لکھنے میں اتنے منہمک تھے کہ دودھ پینے کا خیال نہ رہا اتنی دیر میں ایک بلی آئی اور وہ سارا دودھ پی گئی دوسرے دن پھر حضور علیہ السلام اسی جگہ پر لکھنے کے لئے تشریف رکھتے تھے کہ کل والی بلی اس خیال میں کہ آج بھی دودھ ملے گا، آ گئی۔ بلی نے کچھ دیر انتظار کیا اور پھر حضرت اقدس کے پیر پر پنجہ مار کر توجہ دلائی کہ آج دودھ کیوں نہیں مل رہا ہے لیکن لکھنے کے انہماک میں حضور نے توجہ نہ فرمائی جب بلی نے تیسری بار پیر پر پنجہ مارا تو بلی کو نہ ہش کیا اور نہ ہی اس کو بھگایا بلکہ ان الفاظ میں بلی کی سفارش فرمائی کہ دیکھو اسے دودھ دے دو ورنہ یہ میرا پیر زخمی کر دے گی۔ جس وجود کے دل میں جانور کی اتنی محبت تھی اس کی اس محبت کا کیا حال ہوگا جو اسے انسانوں سے تھی۔

روایت حضرت شیخ زین العابدین صاحب سکنہ تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور:
''میری بیوی کو اٹھرا کی بیماری تھی۔ اور چار لڑکے فوت ہو چکے تھے۔ علاج سے افاقہ نہیں ہوتا تھا۔ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا میاں زین العابدین! اب تک تم نے اطلاع کیوں نہ دی؟۔ تم تو میاں بیوی چار سال جہنم میں پڑے رہے۔ مجھے فوراً اطلاع کرنی چاہئیے تھی۔ پھر فرمایا کہ مولوی نورالدین صاحب کا علاج کرو۔ بیماری انشاءاللہ ہٹ جائے گی۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور میں اس قابل نہیں۔ غریب آدمی ہوں مولوی صاحب کا علاج نہیں کر سکتا۔ فرمایا کیا میرا علاج کرانا چاہتے ہو؟۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا پھر کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا حضور دعا فرماویں۔ حضرت صاحب دروازہ پر ہی کھڑے ہو گئے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شروع کیا۔ فرمایا آپ بھی دعا کریں۔ اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔ ظہر کی نماز کے بعد سے لے کر عصر کی اذان تک حضور نے دعا کی۔ اور جتنا وقت دعا کرتے رہے روتے رہے۔ آنسو آپ کی داڑھی مبارک سے ٹپک کر کرتہ پر پڑتے رہے۔ میں تو تھک کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا رہا۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ کیوں میں نے حضور کو اس قدر تکلیف دی۔ اگر اولاد نہ ہوتی تب بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ مگر حضور کو اتنی تکلیف ہرگز نہیں دینی چاہئیے تھی۔ خیر حضور نے دعا ختم کی اور فرمایا تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے۔ اور اٹھرا کی بیماری دور ہوگئی ہے۔ اس حمل میں لڑکا ہوگا۔ آپ کی بیوی کی شکل اور بچہ کی شکل بھی مجھے دکھائی گئی۔ اور آپ کوئی فکر نہ کریں۔......دو چار سال بعد دریافت کیا کہ میاں زین العابدین کیا اولاد ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اب تو اولاد ہو رہی ہے۔ اور حضور کی دعا کا ہی نتیجہ ہے۔ فرمایا ہم نے کب دعا کی تھی۔ ہمیں تو یاد نہیں۔ اس پر میں نے یاد دلایا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دعا کے بعد اب تک میرا کوئی بچہ فوت نہیں ہوا۔ چار لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ موجود ہیں''۔

(روایت حضرت شیخ زین العابدین صاحبؓ. رجسٹر روایات نمبر1صفحہ61 تا63)

فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ میر عنایت علی شاہ صاحب لدھیانہ بیان کرتی ہیں کہ: ''حضرت اماں جان سلمہا اللہ تعالیٰ کی خدمت کا مجھے موقع ملتا رہتا۔ آپ مجھ سے محبت کرتیں میں نے وہاں ہی حضرت اقدس کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بیعت کے بعد میں نے حضرت اماں جان سے کوئی کپڑا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرکا مانگا۔ لیکن اماں جان نے اس وقت معذوری ظاہر کی۔

یہ معاملہ حضرت اقدس نے کہیں سن لیا اور حضرت اماں جان سے پوچھا کہ کیا کہتی ہے۔ حضرت اماں جان نے فرمایا کہ میر صاحب کی بیوی کوئی تبرک چاہتی

ہے۔ حضرت اقدس کو میرے متعلق علم تو تھا ہی۔ حضور اسی وقت خاموش ہو کر اوپر کسی کمرہ میں چلے گئے اور جو قمیص زیب تن کر رکھی تھی دوسری پہن کر اسے لے آئے اور میرے آگے اپنے دست مبارک سے ہی وہ قمیص رکھ دی۔

یہ قمیص حضور کی میں نے چھوٹی کر کے سب سے پہلے اپنے بڑے لڑکے ''صوفی عبدالرحیم'' کو پہنائی اور اس کے بعد دوسرے بچوں کو۔ اور اب بھی تبرکًا موجود ہے۔ یہ تھا حضور اقدس کا اخلاق حسنہ''۔

(روایت فاطمہ بیگم اہلیہ میر عنایت علی شاہ صاحب لدھیانہ. رجسٹر روایات نمبر 1 صفحہ 128-129)

گلاب خان صاحب پنشنر سیالکوٹ مزید بیان کرتے ہیں کہ:۔''ایک اور بات جو میں نے اپنے ایک دوست سے سنی جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت اقدس کس قدر رحیم و کریم تھے۔ اور اپنے معمولی مرید کی اس قدر عزت افزائی فرماتے تھے۔ واقع یوں ہے کہ مسمی مستری حسن دین صاحب مرحوم ساکن میانہ پورہ سیالکوٹ جو بہت ہی نیک آدمی تھے۔ اور جھوٹ بالکل نہیں بولا کرتے تھے مجھے کہنے لگے کہ میں ابھی قادیان سے آیا ہوں وہاں کنواں مکان کے اندر بنانا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ بسبب موسم گرم ہونے کے اور زمین کے ذرہ نیچے ہونے کے مجھے بہت سخت پسینہ آ گیا۔ اتنے میں حضرت اقدس تشریف لائے۔ فرمانے لگے حسن دین تم کام کرو میں تم کو پنکھا کرتا ہوں۔ کیونکہ تم کو بہت گرمی لگ رہی ہے۔ کوئی شخص ایسا بھی دنیا میں ہے جو بادشاہ بھی ہو اور ایک معمولی آدمی کو کہے کہ میں تمہیں پنکھا کرتا ہوں کیونکہ تمہیں گرمی لگ رہی ہے۔

دراصل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور عاشق صادق تھے جو تمام عالمین کے لئے ہر لحہ رحمت تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسین نمونہ کو جس میں عفوو درگزر اور محبت اور رحم کا سمندر موجزن تھا خوب خوب اپنایا تھا۔

(روایت گلاب خان صاحب، سیالکوٹ. رجسٹر روایات نمبر 1. صفحہ 135-136)

مولوی محمد عبداللہ صاحب موضع کوٹ ملک رحمت خان ضلع شیخوپورہ ڈاکخانہ مومن بیان کرتے ہیں کہ:۔''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مرزا نظام دین حضرت مسیح موعودؑ کے چچازاد بھائی حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بہت مخالفت رکھتے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے بعض راستے جو گھر کو آنے والے یا گھر سے مسجد کو جانے والے تھے بند کر دیئے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کافی فاصلہ طے کر کے گھروں کے اوپر سے ہو کر مسجد آیا کرتے تھے اور اس مخالفت کے دوران میں ہی مرزا نظام الدین صاحب کے گھر میں کوئی شادی کا موقعہ آیا تو مرزا نظام الدین اور اس کے بھائی حضرت مسیح موعودؑ کے پاس آئے اور حضور سے عرض کیا کہ آپ ہمارے گھر چلیں اور گڑ تقسیم کریں۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی اصرار نہ کیا اور ان کے گھر تشریف لے گئے''۔

(روایت مولوی محمد عبد اللہ صاحب. رجسٹر روایات نمبر 1 صفحہ 142)

مولوی عبدالرحمان صاحب کپورتھلوی مزید بیان کرتے ہیں کہ:۔''ایک روز ہم سب کئی بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گول کمرہ میں ہم کو بٹھا کر خود آپ کھانا لائے تھے۔ ہمیں کھلایا۔ چونکہ کھانے کا وقت نہیں تھا۔ اس لئے آپ نے خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا''۔ (روایت مولوی عبدالرحمان صاحب کپورتھلوی۔ رجسٹر روایات نمبر 1۔ صفحہ 207)

منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بیان کرتے ہیں:۔''ایک شخص علی گوہر نامی پہلے کپورتھلہ میں ملازم تھے۔ ان کی اڑھائی روپے پینشن مقرر ہوئی۔ اس کے بعد وہ جالندھر چلے گئے۔ اخلاص کی وجہ سے ان کی ہمیشہ خواہش تھی کہ قادیان جا کر حضرت اقدس کی زیارت کریں لیکن تہی دستی مانع تھی۔ میں نے قادیان جانا تھا۔ میں ان کو بھی ساتھ قادیان حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت کے لئے لے گیا۔ حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر جب ہم واپس ہونے لگے تو حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا ''منشی گوہر علی صاحب آپ ذرا ٹھہریں''، میں باہر آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت اقدس نے بارہ روپے لا کر ان کو دیئے لیکن انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ یہ تو میرا فرض ہے کہ حضور کی خدمت کروں۔ حضور علیہ السلام نے مجھے آواز دی اور فرمایا کہ ''منشی صاحب یہ آپ کے دوست ہیں۔ آپ ان کو سمجھاویں''۔ خیر میں نے ان کو سمجھایا کہ یہ حضور کی طرف سے عطیہ ہے۔ اور اس میں بہت برکت ہے آپ اس کو لے لیں۔ چنانچہ انہوں نے روتے ہوئے لے لئے۔ جب واپس جالندھر آئے تو آتے ہی اسی رقم پر جو حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کو دی تھی۔ یعنی بارہ روپے (ماہوار پر) برانچ پوسٹ آفس میں ملازم ہو گئے''۔

(روایت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی. رجسٹر روایات نمبر 1. صفحہ 227-228)

''منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بیان کرتے ہیں کہ بیعت اولیٰ سے پہلے کا ذکر ہے کہ میں قادیان میں تھا۔ فیض اللہ چک میں کوئی تقریب شادی یا ختنہ تھی۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مع چند خدام کے مدعو کیا گیا۔ ان کے اصرار پر حضرت صاحب نے دعوت قبول فرمائی۔ ہم دس بارہ آدمی حضور کے ہمراہ فیض اللہ چک گئے۔ گاؤں کے قریب ہی پہنچے تھے کہ گانے بجانے کی آواز سنائی دی۔ جو اس تقریب پر ہو رہا تھا۔ یہ آواز سنتے ہی حضور لوٹ پڑے۔ فیض اللہ چک والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے آ کر بہت التجا کی۔ مگر حضور نے منظور نہ فرمایا اور واپس ہی چلے آئے۔ راستہ میں ایک گاؤں تھا۔ مجھے اس کا نام اس وقت یاد نہیں۔ وہاں ایک معزز سکھ سردارنی تھی۔ اس نے بمنت حضور کی دعوت کی۔ حضور نے فرمایا قادیان قریب ہی ہے مگر اس کے اصرار پر حضور نے اس کی دعوت قبول فرمالی۔ اور اس کے ہاں جا کر سب نے کھانا کھایا۔ اور تھوڑی دیر آرام کر کے حضور قادیان واپس تشریف لے آئے۔ ہمراہیان کے نام جہاں تک یاد ہے۔ یہ ہیں۔ مرزا اسماعیل صاحب شیر فروش۔ حافظ حامد علی صاحب۔ علی بخش حجام جس نے عطاری کی دکان کی ہوتی تھی۔ اور بھی چند آدمی تھے۔

(سیرۃ المہدی. حصہ چہارم. (غیر مطبوعہ) صفحہ 463-464)

''منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کے بعد مسجد مبارک کی دوسری چھت پر مع چند احباب کھانا کھانے کے لئے تشریف فرما تھے۔ ایک احمدی میاں نظام الدین

صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے بھی دریدہ تھے۔ حضور سے 5/4 آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں کئی دیگر اشخاص خصوصاً وہ لوگ جو بعد میں لاہوری کہلائے۔ آنے لگے اور حضور کے قریب بیٹھتے گئے۔ جس کی وجہ سے میاں نظام الدین کو پرے ہٹنا پڑتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضور نے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھائیں اور میاں نظام الدین کو مخاطب کر کے فرمایا آؤ میاں نظام الدین آپ اور ہم اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ اور یہ فرما کر مسجد کے صحن کے ساتھ جو کوٹھڑی ہے اس میں تشریف لے گئے۔ اور حضور نے اور میاں نظام الدین نے کوٹھڑی کے اندر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ اور کوئی اندر نہ گیا۔ جو لوگ قریب آ کر بیٹھتے گئے تھے۔ ان کے چہروں پر شرمندگی ظاہر تھی''۔

(سیرۃ المہدی ۔ حصہ چہارم. (غیر مطبوعہ). صفحہ476)

''شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ماہ رمضان جو کہ سخت سردیوں کے ایام میں آیا اس کے گزارنے کے لئے دارالامان آیا۔ حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کتب خانہ کے انچارج اور مہتمم تھے۔ اور کمرہ متصل مسجد مبارک میں کتب خانہ تھا۔ اور وہیں حکیم صاحب کا قیام تھا۔ خاکسار کے پہنچنے پر حکیم صاحب نے مجھے بھی اسی کمرہ میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ خاکسار نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک گوشہ میں بستر لگالیا۔ اور بہت آرام ولطف سے وقت گزرنے لگا۔ حضرت صاحب ہر نماز کے لئے اس کمرہ سے گزر کر مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ سحری کے وقت دروازہ کھلا خاکسار سامنے بیٹھا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ حضرت صاحب دروازہ میں کھڑے ہیں تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ حضور نے اشارہ سے اپنی طرف بلایا۔ میں جب آگے بڑھا کہ حضور کے دونوں ہاتھوں میں دو چینی کے پیالے ہیں۔ جن میں کھیر تھی۔ حضور نے وہ دونوں پیالے خاکسار کو دیتے ہوئے فرمایا کہ جن احباب کے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں دیکھ کر ان کو پہنچا دو۔ میں نے وہ حکیم صاحب کو پیش کئے۔ انہوں نے مسجد میں سے کسی کو طلب کر کے وہ پیالے ان احباب کو پہنچا دیئے۔ جن کے نام سیاہی سے لکھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد پھر دروازہ کھلا۔ پھر حضرت صاحب دو پیالے پکڑا گئے۔ وہ بھی جن کے نام کے تھے ان کو پہنچا دیئے گئے۔ اسی طرح حضرت صاحب خود دس گیارہ دفعہ پیالے لاتے رہے۔ اور ہم ان اشخاص کو مہمان خانہ میں پہنچاتے رہے۔ آخر دفعہ میں جو دو پیالے حضور نے دیئے۔ ان میں سے ایک پر حکیم صاحب کا نام اور دوسرے پر میرا نام تحریر تھا۔ حکیم صاحب نے کھیر کھا کر کہا کہ آج تو مسیح کا من وسلویٰ اتر آیا''۔

(سیرۃ المہدی ۔ حصہ چہارم. (غیر مطبوعہ). صفحہ501 تا503)

''منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے بیٹھنے کی جگہ کھلے کواڑ کبھی نہ بیٹھتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھوڑی دیر کے بعد آ کر کہتے ''ابا کنڈا کھول'' اور حضور اٹھ کر کھول دیتے۔ میں ایک دفعہ حاضر خدمت ہوا حضور بوریے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر حضور نے پلنگ اٹھایا اور اندر لے گئے۔ میں نے کہا حضور میں اٹھا لیتا ہوں۔ آپ فرمانے لگے بھاری زیادہ ہے آپ سے نہیں اٹھے گا۔ اور فرمایا آپ پلنگ پر بیٹھ جائیں۔ مجھے یہاں نیچے آرام معلوم ہوتا ہے۔ پہلے میں نے انکار کیا۔ لیکن آپ نے فرمایا نہیں آپ بلا تکلف بیٹھ جائیں۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ مجھے پیاس لگی تھی میں نے گھڑوں کی طرف نظر اٹھائی۔ وہاں کوئی پانی پینے کا برتن نہ تھا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کیا آپ کو پیاس لگ رہی ہے میں لاتا ہوں۔ نیچے زنانہ میں جا کر آپ گلاس لے آئے۔ پھر فرمایا ذرا ٹھہریئے۔ اور پھر نیچے گئے اور وہاں سے دو بوتلیں شربت کی لے آئے۔ جومنی پور سے کسی نے بھیجی تھیں۔ بہت لذیذ شربت تھا۔ فرمایا ان بوتلوں کو رکھے ہوئے کئی دن ہو گئے۔ اور ہم نے نیت کی تھی کہ پہلے کسی دوست کو پلا کر پھر خود پئیں گے آج مجھے یاد آ گیا۔ چنانچہ آپ نے گلاس میں شربت بنا کر مجھے دیا۔ میں نے کہا پہلے حضور اس میں سے تھوڑا سا پی لیں۔ تو پھر میں پیوں گا۔ آپ نے ایک گھونٹ پی کر مجھے دے دیا۔ اور میں نے پی لیا۔ میں نے شربت کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بوتل آپ لے جائیں اور ایک باہر دوستوں کو پلا دیں۔ آپ نے ان دو بوتلوں سے وہی ایک گھونٹ پیا ہوگا۔ میں آپ کے حکم کے مطابق بوتلیں لے کر چلا آیا''۔

(سیرۃ المہدی ۔ حصہ چہارم. (غیر مطبوعہ). صفحہ505 تا507)

انعاماتِ الٰہیہ کے حصول کا طریق

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''وہ دن آنے والا ہے، جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو، جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے، دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجبِ عزت خیال کریں گے۔ اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی کہ ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو۔ لیکن کہنے والا انہیں کہے گا کہ جاؤ تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی۔ اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔

پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلے کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے، اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اسکی غیر حاضری کیوجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا''۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1956 صفحہ 24)

اس ارشاد کی روشنی ہم سب کا یہ بنیادی فرض ہے کہ جماعتی اجلاسات، اور اجتماعات میں اپنی حاضری کو یقینی بنائیں اور معمولی عذرات پر ان بابرکت مواقع کو ہاتھ سے نہ گنوائیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ

(صفدر حسین عباسی)

انسان کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت وقربت کا شرف پا کر اعلیٰ روحانی مراتب حاصل کرنے والے اصحاب کا ذکر اور انکی یاد ہمیشہ ہی دلوں میں حرارت ایمان پیدا کرتی اور ان سعید روحوں کے لئے دلوں میں ازدیادِ محبت کا موجب بنتی ہے جنہوں نے اپنے آقا و مطاع حضرت مسیح موعودؑ کی رفاقت و مصاحبت میں روحانیت کے ایسے اعلیٰ مدارج طے کئے کہ رہتی دنیا تک ان کا ذکر ایمانوں میں جوش اور تازگی پیدا کرتا رہے گا۔کیا ہی خوش قسمت تھے وہ وجود جنہیں مسیح الزمان کی رفاقت نصیب ہوئی۔اُنہی ملکوتی وجودوں میں سے ایک کا تذکرہ آئندہ سطور میں کیا جارہا ہے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ 1858ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔آپ کا اصل نام کریم بخش تھا۔آپ کشمیری قوم بٹ سے تعلق رکھتے تھے۔والدِ محترم محمد سلطان کی اکلوتی اولاد تھے۔بہت سادہ اور دیندار گھرانے سے آپ کا تعلق تھا۔دینِ اسلام کے لئے بے پناہ محبت اور غیرت رکھتے تھے اور حصول قربِ الٰہی کے لئے ہمیشہ مستعد وکوشاں رہتے تھے ایسے صالح اور نیک فطرت وجودوں سے متعلق خدا تعالیٰ کا سلوک ہمیشہ سے یہی چلا آرہا ہے کہ وہ اُنہیں امام وقت کو شناخت کرنے اور اُسے قبول کرنے کی توفیق اور سعادت بخشتا ہے۔کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کے ہاں حضرت مولوی عبدالکریم جیسا وجود بابرکات پیدا ہوا اور پھر اُسی سعید الفطرت وجود کی وساطت سے خود اُنہیں بھی مسیح موعودؑ کو قبول کرنے کی توفیق ملی۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا شمار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت ہی قریبی رفقاء میں ہوتا ہے۔آپ خداداد ذہانت کے مالک تھے۔عربی، اردو اور فارسی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا اور انگریزی کا بھی خوب محاورہ تھا۔بڑے قابل استاد، متبحر عالم اور شعلہ بیان مقرر تھے۔آواز میں رعب، شوکت اور جادوئی اثر تھا۔حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ولی اللہ کے ساتھ شاگردانہ تعلق رُشد وایقان میں غیر معمولی ترقی کا باعث بنا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب "سلسلہ احمدیہ" میں حضرت مولوی صاحب سیالکوٹی کے اوصاف حمیدہ کا بیان ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

"ایک نہایت جید عالم ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے مقرر اور مصنف بھی تھے۔اور ان میں خدا نے ایسے دو وصفوں کو جمع کر دیا تھا جو بہت کم جمع ہوتے ہیں یعنی ان کی زبان اور قلم دونوں نے خدا سے خاص برکت حاصل کی تھی۔آواز نہایت بلند اور دلکش تھی اور زبان نہایت فصیح اور زوردار۔اور ہر لفظ اثر میں ڈوبا ہوا نکلتا تھا۔تصنیف میں بھی نہایت زور تھا۔اور سلاست اور روانی کے ساتھ فصاحت غضب کی تھی۔اس کے علاوہ طبیعت بہت زیرک اور نکتہ رس اور نکتہ سنج تھی۔اور قرآن شریف کے معارف بیان کرنے میں خاص ملکہ تھا"۔

(سلسلہ احمدیہ ص 148,149)

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی تحریک پر بیعت کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اُن کی بیعت کا ذکر خود اُنہی کی روایت سے اپنی کتاب "ذکر حبیب" میں یوں رقم فرماتے ہیں کہ:

"بیعت کے واسطے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صاحبؑ نے مولوی نورالدین صاحبؓ کو بلایا اور اُن کے ہاتھ میں مولوی عبدالکریم صاحب کا ہاتھ رکھا اور ان ہر دو کو اپنے ہاتھ میں لیا اور تب ان سے (مولوی عبدالکریم صاحبؓ) سے بیعت کے الفاظ کہلوائے۔یہ واقعہ مولوی عبدالکریم صاحب خود سنایا کرتے تھے۔"

(ذکرِ حبیب ص 9)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر قادیان کو اپنا مسکن بنالیا۔

ہجرت قادیان نے تو آپ کی کایا ہی پلٹ دی۔محبوب آقا کے قرب نے آپ کی ذات میں ملکوتی نورانیت اور نکھار پیدا کر دیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کو سچا عشق تھا۔اور آپکی صداقت پر کامل ایمان اور من جانب اللہ ہونے پر پختہ یقین تھا اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اپنی والہانہ محبت اور عقیدت کا اظہار بڑے خوبصورت انداز میں کیا کرتے تھے۔اپنی ایک تحریر میں یوں ذکر کرتے ہیں کہ:

"مجھے عادت پڑی ہوئی ہے اور اس میں عجیب لذت محسوس کرتا ہوں کہ جب حضرت امام مجلس میں بیٹھے ہیں تو میں آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا ہوں اس چہرۂ خدانما کے خطوط کی درخشانی اور لانظیر متانت اور استقامت......اور پرشوکت الفاظ جو بلاتصنع منہ سے نکلے چلے آتے ہیں اور وہ قوتِ قلب جو ان الفاظ کی وادیوں سے پرزور رو کی طرح موجزن ہوتی ہے اور ایک غنا اور اقتدارِ عجیب کے ساتھ مجلس میں کلام کرنا جس میں برگزیدہ علماء اور بڑے بڑے ذی فہم ہوتے ہیں اور استغنائے کلی سے علوم الٰہی کے نکات عالیہ کو بیان فرمانا، جس سے بالبداہت سمجھ میں آتا ہے کہ متکلم کے دل کو کسی قدر اپنی راستی اور صدق کا شعور بخشا گیا ہے۔اور اس قوت کی موجودگی کی بصیرت سے اسے اس تاثر سے بکلی بے نیاز کیا گیا ہے کہ کوئی اور طاقت بھی سامنے بیٹھی ہے۔غرض ان اداؤں سے میرے ایمان کو کس قدر نشونما ہوتا اور کس قدر انشراح اور قوت پیدا ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی ہم جنس اس کیفیت کو سمجھ نہیں سکتا"۔

(الحکم 17ستمبر1901ء)

قادیان میں حضرت اقدسؑ کے مکان کے ہی ایک حصہ میں قیام کی سعادت ملی۔ اور پنجوقتہ نمازوں کی امامت اور جمعہ اور عیدین کی خطابت کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ مجالس عرفان میں حضرت اقدسؑ کے دائیں طرف بیٹھتے۔ کئی سفروں میں حضورؑ کے ساتھ رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے پر حکمت ارشادات و خطابات کو اخبار اور خطوط کے ذریعہ احباب تک پہنچانے کی توفیق بھی ملی۔ آخری علالت تک مسجد مبارک قادیان میں امام الصلوٰۃ رہے۔ حضرت مسیح موعود کی خدمتِ اقدس میں موصول ہونے والے خطوط کے جوابات لکھنے کی خدمت بھی آپ کے نصیب میں آئی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعض تصانیف کے فارسی ترجمہ کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی تحریک پر حضرت اقدسؑ نے علماء عرب و مشائخ اور پیرزادوں کو پیغام حق پہنچانے کے لئے ''التبلیغ'' تحریر فرمائی۔ یہ حضور کی پہلی عربی تصنیف ہے جو کتاب '' آئینہ کمالات اسلام'' کا حصہ ہے۔ ''التبلیغ'' کا فارسی ترجمہ بھی حضرت مولوی صاحبؓ نے کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب ''منن الرحمان'' میں عربی کے اُمّ الالسنۃ'' ہونے کا اعلان فرمایا۔ اور اس کے ثبوت میں دلائل اور تائیدی اصول رقم فرمائے۔ جن 9 احباب کو اس کام کے لئے علمی و تحقیقی رنگ میں نمایاں خدمت کی توفیق ملی ان کے ناموں کا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ذکر فرمایا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا نام درج ہے حضور فرماتے ہیں:

''سب سے زیادہ کوشش اخویم حکیم مولوی نورالدین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے کی ہے''۔

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 143)

حضرت مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد لیکچر اپنی مسحور کن آواز میں سنانے کا شرف حاصل ہوا۔ بعض لیکچر اور تحریریں حضرت اقدسؑ کی موجودگی میں سنائیں۔

لاہور میں 1896 کو جلسہ مذاہب عالم میں حضور کا معرکۃ الآراء لیکچر'' اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھنے کی سعادت ملی۔ (حیات طیبہ مولانا شیخ عبدالقادر سابق سوداگر مل۔ صفحہ 157) حضرت مسیح موعودؑ نے 11 اپریل 1900 کو عید الاضحیہ کے روز الٰہی منشاء کے ساتھ فی البدیہ فصیح عربی زبان میں خطبہ ارشاد فرمایا جو کتاب ''خطبہ الہامیہ'' کے پہلے باب پر مشتمل ہے۔ حضرت اقدسؑ کے ارشاد پر اس الہامی خطبہ کو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے ساتھ ساتھ قلمبند کیا''۔

(حیات طیبہ۔ مولانا شیخ عبدالقادر سابق سوداگر مل۔ صفحہ 207)

اسی طرح حضرت اقدسؑ کا ''لیکچر لاہور'' اور ''لیکچر سیالکوٹ'' بھی حضور کی موجودگی میں پڑھ کر سنانے کی سعادت ملی۔

(حیات طیبہ۔ مولانا شیخ عبدالقادر سابق سوداگر مل صفحہ 278)

مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنا آپ کلیۃً محض رضائے باری تعالیٰ کے حصول کی خاطر خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ قرآن اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کی والہانہ عقیدت و اخلاص اور دین حق کے لئے آپ کے جوش اور علم و معرفت میں کمال حاصل ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کو بھی آپ مولوی صاحب سے بہت محبت تھی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''وفات کے وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی عمر صرف سینتالیس سال کی تھی۔ اگست 1905 میں مرض کاربنکل سے بیمار ہوئے اور قریباً دو ماہ بیمار رہ کر 11 اکتوبر 1905 کو نمونیا کی زائد تکلیف سے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو مولوی صاحب کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا جیسے ایک محبت کرنے والے باپ کو ایک لائق بیٹے کی وفات کا ہوتا ہے مگر آپ کی محبت کا اصل مرکزی نکتہ خدا کا وجود تھا اس لئے آپ نے کامل صبر کا نمونہ دکھایا''۔

(سلسلہ احمدیہ ص 150, 149)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی تمام تر حیات باسعادت پر نظر کریں تو وہ اوّل تا آخر ایک ہی خواہش اور آرزو پر ممتد نظر آتی ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہونے کا سامان ہو جائے۔ اپنی زندگی کا مقصد بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا:

''میں نے بہت غور کیا ہے اور میری عمر کا بہت بڑا حصہ اسی غور و فکر میں گزر رہا ہے اللہ علیم اس بات کا گواہ ہے کہ مجھے ہوش کے زمانے سے یہی شوق دامن گیر رہا کہ خدا کی رضا کی راہیں حاصل کروں اور میری بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو یہی رہی ہے کہ کسی طرح اپنے مولا کریم کو راضی کروں''۔

(الحکم 31 اکتوبر 1889ء)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی محبت کے ساتھ ان کی بعض خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ اس سلسلہ کی محبت میں بالکل محو تھے۔ جب اوائل میں مرے پاس آئے تو سیّد احمد کے معتقد تھے۔ کبھی کبھی ایسے مسائل پر میری ان کی گفتگو ہوتی جو سیّد احمد کے غلط عقائد تھے اور بعض دفعہ بحث کے رنگ تک نوبت پہنچ جاتی۔ مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد ایک دن اعلانیہ کہا کہ آپ گواہ رہیں آج میں نے سب باتیں چھوڑ دیں۔ اس کے بعد وہ ہماری محبت میں ایسے محو ہو گئے کہ اگر ہم دن کو کہتے کہ ستارے ہیں اور رات کو کہتے سورج ہے تو وہ کبھی مخالفت کرنے والے نہ تھے۔ ان کو ہمارے ساتھ ایک پورا اتحاد اور پوری موافقت حاصل تھی۔ کسی امر میں ہمارے ساتھ خلاف رائے کرنا وہ کفر سمجھتے تھے۔ ان کو میرے ساتھ نہایت درجہ محبت تھی اور وہ اصحاب الصفہ میں سے ہو گئے تھے جن کی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنی وحی میں کی تھی۔ اُن کی عمر ایک معصومیت کے رنگ میں گذری تھی۔ اور دنیا کی عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا۔ نوکری بھی انہوں نے اسی واسطے چھوڑی تھی کہ اس

میں دین کی ہتک ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں اُن کو ایک نوکری دوسو روپے ماہوار کی ملتی تھی مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ خاکساری کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی گذاری۔

صرف عربی کتابوں کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ اسلام پر جو اندرونی اور بیرونی حملے ہوتے تھے اُن کے دفاع میں اپنی عمر بسر کردی۔ باوجود اس قدر بیماری اور ضُعف کے ہمیشہ ان کی قلم چلتی رہی۔ اُن کے متعلق ایک خاص الہام بھی تھا۔ ''مسلمانوں کا لیڈر'' غرض میں جانتا ہوں کہ اُن کا خاتمہ قابل رشک ہوا کیونکہ اُن کے ساتھ دنیا کی ملونی نہ تھی''۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 417)

حضرت مسیح موعودؑ نے مولوی صاحبؓ کی وفات پر اُن سنگِ مزار کے لئے ایک فارسی نظم بھی تحریر فرمائی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''مولوی عبدالکریم مرحوم کی خوبیاں کس طرح بیان کی جائیں۔ وہ عبدالکریم جس نے دین کے رستہ میں شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دی ہے۔ وہ دین کا ایک زبردست پہلوان تھا جس کا نام خود خدا نے اپنے ایک الہام میں ''مسلمانوں کا لیڈر'' رکھا تھا۔ وہ حق کے اسرار کا راز دار تھا۔ اور دینی معارف کا ایک خزانہ تھا۔ اگرچہ اس آسمان کے نیچے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں مگر اس آب و تاب کا موتی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ اس قسم کے یک رنگ دوست کی جدائی سے دل میں درد اُٹھتا ہے لیکن ہم اپنے خدا کے فعل پر ہر حال میں راضی و شاکر ہیں''۔

(سلسلہ احمدیہ. ص150)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کے قرب میں رہ کر آپ کی ذات مبارکہ اور عظیم شخصیت کا بہت قریب سے مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کا حسن و احسان، خدا تعالیٰ کے پاک دین اور اس کی لاریب کتاب قرآن کریم اور اس کے کامل اور افضل بزرگ نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے نظیر و لامثال عزت ہی کا نمونہ تھا کہ جس نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو حضرت اقدس کا عاشق صادق بنا دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اس متقی، صاحب علم اور نافع الناس فدائی وجود سے حد درجہ محبت تھی۔ اسی لئے ان کی وفات پر حضرت مسیح موعودؑ کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ کوئی ایسا نظام ہونا چاہیے کہ فوت ہو جانے والے علماء کی جگہ لینے والے دوسرے لوگ تیار ہوں۔ جو اشاعت دین اسلام اور سلسلہ کی خدمت کا بوجھ کندھوں پر اٹھا سکیں۔ چنانچہ اس وقت اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک الگ مدرسہ کا قیام عمل میں آیا۔ مدرسہ احمدیہ، جامعۃ المبشرین اور جامعہ احمدیہ اس خیال کی ہی منزلیں ہیں جن کا آپؓ کی وفات کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اور اب تو دیگر براعظموں میں بھی اسی نہج پر دینی درسگاہیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور انشاء اللہ العزیز وقت کے ساتھ ساتھ ان جامعات کی برکات و حسنات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی ہزاروں و بے شمار رحمتیں اس فدائی اسلام پر ہوں۔

ماہانہ دعوتِ ایثار

صفِ اول کے ریٹائرڈ انصار کی نہایت دلچسپ ماہانہ سوشل میٹنگ ہر ماہ کی دوسری بدھ ۱۱ بجے تا ۱ بجے بعد دوپہر، دفتر انصار اللہ بیت الفتوح میں منعقد ہوتی ہے۔ اس موقع پر بزرگ انصار اپنے تجرباتِ زندگی بیان کرتے اور باہمی تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ اس مجلس میں شامل ہونے کے خواہشمند تمام انصار کو خوش آمدید کہا جائے گا۔ اس ماہ یہ اجلاس 9 مارچ کو منعقد ہو گا انشاء اللہ۔ مزید تفصیلات کے لئے قائد ایثار مجلس انصار اللہ سے رابطہ فرمائیں۔

Tel:07958251890

قیادت ایثار مجلس انصاراللہ انگلستان

سیّدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ابن نور)

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے ایسے بے شمار مبارک وجود ملتے ہیں جو صبر واستقامت، استقلال، بلند ہمتی اور وفا شعاری کے پیکر کوہ تھے جن کی مثال چشمِ فلک نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی، جن کی ذات کہکشاں کے روشن ستاروں کی طرح منور نظر آتی ہے۔ اُن کے عشق و وفا کی داستانیں عجب رنگ رکھتی ہیں جتنی دفعہ بھی اُن کا مطالعہ کیا جائے ایک نئی لذت کا احساس ہوتا ہے۔ ایک ایسے ہی بابرکت اور مقدس وجود حضرت بلالؓ کا ذکر درج ذیل ہے۔

خاندان اور نسب:

آپ کا نام بلال تھا، کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا جو دونوں حبشہ کے رہنے والے تھے اور آزاد تھے مگر غلام بنا کر مکہ میں لائے گئے تھے۔ حضرت بلالؓ جب پیدا ہوئے تو والدین مکہ میں غلامی کی زندگی گذار رہے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت بلالؓ پیدائشی غلام تھے اور رئیس مکہ امیہ بن خلف کے زیرِ تصرف تھے۔ اُس زمانہ میں غلام کی حیثیت ایک مال مویشی کی طرح تھی جس کے کوئی حقوق نہیں ہوتے تھے اور کسی غلام کی مجال نہ تھی کہ آقا کے حکم کا انکار کر سکے۔ حضرت بلالؓ کا قد لمبا، جسم پتلا اور لاغر اور رنگ سیاہ فام تھا۔ سر کے بال گھنے تھے۔ آپؓ کی آواز بلند و بالا اور دلکش تھی جو دلوں پر گہرا اثر کرنے والی تھی۔ آپؓ کے ایک بھائی کا نام خالد اور ایک بہن کا نام اقراء تھا۔

قبولیتِ اسلام:

حضرت بلال ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنہیں اسلام کے آغاز میں ہی ضیائے نور سے منور ہونے کی سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔ آپ غلاموں میں سے پہلے غلام ہیں جنہوں نے اپنی ذات کو اپنے آقاؐ کے قدموں میں پیش کر دیا اور پھر ہمیشہ آپؐ کے در کے غلام بنے رہے۔ بعض روایات میں پہلے ایمان لانے والوں میں آپؓ ساتویں اور بعض میں نویں نمبر پر شمار کئے جاتے ہیں۔ اُس وقت آپؓ کی عمر تیس سال کے قریب تھی۔ جیسے ہی آپؓ نے اسلام قبول کیا مصائب کے پہاڑ آپؓ پر ٹوٹ پڑے اور ایسا ایسا ظلم وستم توڑا گیا کہ جن کے ذکر سے آج بھی دل کانپ جاتا ہے۔ ایک طرف عقل مکہ کے ظالموں پر حیران ہوتی ہے اور دوسری طرف روحِ بلالؓ کے استقلال واستقامت اور صبر و وفا کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ رئیس مکہ امیہ بن خلف جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا وہ آپؓ کے ایمان لانے سے بے حد مشتعل ہوا کہ اُس کی رضا واجازت کے بغیر اُس کا غلام اپنا ایمان کیسے بدل سکتا ہے۔ اُس نے آپؓ پر ظلم وستم کرنا شروع کر دیا اور کہتا کہ تم محمدؐ کا انکار کرو اور کہو کہ لات وعزیٰ تمہارے خدا ہیں مگر توحید کے پرستار اور خدائے واحد کے دلدادہ کی زبان سے احد احد کے سوا کچھ نہ نکلتا۔ وہ کبھی آپؓ کو لوہے کی زرّہ پہنا کر عرب کی جلتی دھوپ میں بٹھاتا اور کبھی گائے کی کھال میں لپیٹ دیتا اور کہتا کم از کم ہمارے الفاظ میں اعادہ کرو تو آپؓ کہتے میری زبان یہ الفاظ ادا نہیں کر سکتی۔ امیہ بن خلف صرف خود ہی ظلم نہ کرتا بلکہ ابوجہل اور دوسروں کو بھی اجازت دیتا کہ وہ آپؓ پر ظلم کریں۔ ابوجہل آپؓ کو تپتی ہوئی ریت پر لیٹنے پر مجبور کرتا اور آپؓ کے سینہ مبارک پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔ باوجود اس کے کہ عرب کی تمازت آپؓ کو بے قرار کر دیتی مگر آپؓ کی زبان سے احد احد یعنی اللہ ایک ہے کے سوا کچھ نہ نکلتا۔ جب اس پر بھی بس نہ چلتا تو مکہ کے اوباش لڑکوں کے حوالے کر دیتے جو آپؓ کے گلے میں رسّہ ڈال کر گلیوں میں گھسیٹتے۔ اُس وقت کوئی ایسی قوت نہ تھی جو اُن ظالموں کا ہاتھ پکڑ سکتی۔ ایک روز ایسے ہی وادیٔ بطحا میں آپؓ کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا اور آپؓ کو اس قدر زدوکوب کیا گیا تھا کہ آپؓ نیم مردہ حالت میں تھے کہ ادھر سے حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا جن کا دل حضرت بلالؓ کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر تڑپ اٹھا اور آپؓ نے امیہ بن خلف کو کہا کہ کیوں اس غریب پر اتنا ظلم کرتے ہو۔ امیہ بن خلف نے کہا کہ یہ تمہاری وجہ سے اسلام میں داخل ہوا ہے اگر چاہو تو اس غلام کو خرید لو۔ اُس کا خیال تھا کہ شائد مر چکا ہے یا مر جائے گا اس لئے صرف ایک سو درہم مانگے جسے حضرت ابوبکرؓ نے فوراً قبول کر لیا۔ اتنے میں حضرت بلالؓ کو ہوش آ گیا تو امیہ بن خلف نے کہا کہ وہ دو سو درہم سے کم قبول نہیں کریگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے وہ رقم بھی ادا کر دی اور حضرت بلالؓ کو آزاد کرا لیا۔ امیہ بن خلف نے کہا ابوبکر تم گھاٹے میں رہے ہو اگر تم پچاس درہم بھی دیتے تو میں اسے قبول کر لیتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ نہیں امیہ تم گھاٹے میں رہے ہو اگر تم ہزار درہم بھی طلب کرتے تو میں ادا کر دیتا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر انہیں اپنے پاس لے گئے۔ آنحضرتﷺ کو علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''مجھے اس میں شریک کر لو''۔ حضرت ابوبکر نے عرض

کیا" یارسول اللہ میں آزاد کرا چکا ہوں"(بخاری) حضرت بلالؓ خوش نصیب تھے کہ جب تک آپؐ صحت یاب نہیں ہوئے نبی کریمﷺ آپؓ کی تیمارداری کے لئے تشریف لاتے رہے۔

مدینہ میں قیام:

حضرت بلالؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت سعد بن خثیمہ کے مہمان ہوئے۔ نبی کریمﷺ نے جب انصار اور مہاجرین میں رشتۂ اخوت قائم فرمایا تو حضرت بلالؓ اور حضرت ابورویحہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ اس رشتہ کی وجہ سے حضرت بلالؓ اور ابورویحہؓ میں شدید محبت پیدا ہوگئی اور آخر دم تک یہ تعلق قائم رہا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت بلالؓ نے شام میں جہاد کے لئے شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے پوچھا کہ ان کا وظیفہ کون وصول کرے گا تو انہوں نے حضرت ابورویحہؓ کو مقرر کیا اور کہا کہ رسول اللہﷺ نے جو برادرانہ تعلق ہم میں قائم فرمایا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔

مؤذنِ رسولؐ:

مدینہ میں مسلمانوں کو عبادت کی آزادی حاصل ہوئی تو آغاز میں نماز میں بلانے کے لئے کوئی طریق مقرر نہ تھا۔ حضرت عمر نے مشورہ دیا کہ کوئی آدمی مقرر کر دیا جائے جو اعلان کر دیا کرے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ آنحضرتﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اس فرض کو ادا کریں۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو حضرت بلالؓ بلند آواز سے پکارتے الصلوٰۃُ جامعۃ جس پر لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ نے خواب میں موجودہ اذان کے الفاظ سیکھے جو انہوں نے آنحضرتﷺ کی خدمت میں عرض کئے۔ آپؐ نے فرمایا یہ خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حضرت عبداللہؓ کو ارشاد فرمایا کہ بلالؓ کو یہ الفاظ سکھلا دیں۔ جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو حضرت عمرؓ اسے سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہوں نے بھی خواب میں یہی الفاظ سنے ہیں۔ اس پر ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ اس کے مطابق وحی بھی ہو چکی ہے۔ اس طرح اذان کا طریق جاری ہوا اور یہ سعادت شروع سے ہی حضرت بلالؓ کے حصہ میں آئی کہ وہ اوّل مؤذن رسولؐ بنیں۔ حضرت بلالؓ کی آواز نہ صرف بلند و بالا تھی بلکہ اس میں عجب رنگ کا جذب اور کشش بھی تھی۔ حضرت بلالؓ کی دلکش آواز سب کو مسجد میں جمع کر دیتی تو حضرت بلالؓ آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر کہتے حیّ الصلوٰۃ حیّ الفلاح یا رسول اللہ۔ آپؐ تشریف لاتے اور بلالؓ اقامت کہتے اور صحابہؓ بارگاہِ ذوالجلال والاکرام میں سربسجود ہو جاتے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت بلالؓ ہر سفر و حضر میں رسول اللہﷺ کے ساتھ رہتے اور مؤذنِ رسول ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اس وجہ سے آپؓ کو ہمیشہ خانہ خدا میں حاضر رہنا پڑتا تھا اس لئے بعض مؤرخین آپؓ کو اصحاب الصفہ میں شمار کرتے ہیں۔ آپؓ ہر وقت خدمتِ رسول میں حاضر رہتے اور اپنے آقا کی خدمت ان کا مقصدِ حیات تھا۔ جب کبھی آنحضرتﷺ باہر تشریف لے جاتے تو ایک جانثار خادم کی طرح ساتھ رہتے۔ سفر میں جب بلالؓ اذان دیتے تو لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ رسول اللہﷺ ان کے درمیان موجود ہیں۔ ایک دفعہ عید کے موقعہ پر آپؓ آنحضرتﷺ کے ساتھ تھے جب حضورؐ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے تو انہیں وعظ فرمایا اور صدقہ و خیرات کی تلقین کیا اور حضرت بلالؓ نے اپنی چادر پھیلا دی جس میں عورتوں نے اپنے زیور اتار کر پیش کر دیئے۔

بلالؓ کا عالی مرتبہ:

حضرت بلالؓ کو اس بات کا بھی شرف حاصل ہوا کہ آپؓ آنحضرتﷺ کے مہمانوں کا خیال رکھتے اور ذاتی کاموں کو بھی سرانجام دیتے۔ خود بہت مفلس اور نادار تھے مگر جو کچھ بھی میسر آتا اس کا ایک حصہ رسول اللہ کی ضیافت کے لئے رکھ لیتے۔

آپؓ دنیا کے معاملات سے کم ہی سروکار رکھتے تھے اس لئے شب بیداری اور عبادت ان کا شغل تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے بلالؓ سے نماز فجر کے وقت فرمایا بلالؓ تم نے سب سے زیادہ کون سا کام امید کا کیا ہے کیونکہ میں نے تمہارے قدموں کی آہٹ جنت میں سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کی کہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا البتہ ہر وضو کے بعد نماز ادا کی ہے (بخاری ابواب التہجد) گویا حضرت بلالؓ کو اس دنیا میں جنت کی بشارت عطا فرما دی گئی تھی۔

مسلم باب الفضائل میں ایک حدیث یوں درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلمان، صہیب اور بلالؓ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ادھر سے ابوسفیان کا گذر ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ دشمنِ خدا خدائی تلوار سے بچ گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن لیا اور انہیں فہمائش کی کہ قریش کے سردار کے متعلق ایسی بات نہیں کہنی چاہئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ آنحضرتﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا "ابوبکر! تم نے بلالؓ وغیرہ کو کہیں ناراض تو نہیں کر دیا؟ اگر تم نے انہیں ناراض کیا ہے تو ان کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی ہے۔" حضرت ابوبکر فوراً حضرت بلالؓ کے پاس گئے اور کہا بھائیو تم میری بات پر ناراض تو نہیں ہوئے۔ انہوں نے فراخ دلی سے کہا کہ وہ ناراض نہیں ہوئے۔ اس سے نہ صرف حضرت بلال کا مقام ظاہر ہوتا ہے بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتﷺ اپنے غلاموں کے جذبات و احساسات کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ (مسلم کتاب الفضائل)

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں انہوں نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کرایا تھا۔ (بخاری) حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ جب ان کے پاس قریش کے رؤساء بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت بلالؓ تشریف لے آئے۔ حضرت عمرؓ جن کی اس وقت سارے عرب پر حکومت تھی بلالؓ کے استقبال کے لئے یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے سیّدنا بلال، سیّدنا بلال! یعنی ہمارا سردار

بلالؓ آگیا ہے اور انہیں بڑی عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ یہ وہی بلالؓ تھے جن کو اُن رؤساء کے والدین مکہ کی گلیوں میں حقارت کے ساتھ تشدد کا نشانہ بنایا کرتے تھے اور آج وہی بلالؓ اسلام کی بدولت سیّدنا بلالؓ بن گیا تھا۔

شوقِ جہاد:

حضرت بلالؓ تمام مشہور غزوات میں شریک ہوئے اور ہمیشہ ان پر خدا کی راہ میں جہاد کا شوق غالب رہا۔ غزوہ بدر میں بھی شریک تھے۔ اس جنگ میں امیہ بن خلف رئیس مکہ بھی آنحضرت ﷺ کے مخالف شامل تھا۔ امیہ بن خلف کے متعلق نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی تھی کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا اور اُس پر اس کا اس قدر خوف تھا کہ وہ مکہ سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی) بدر کے موقعہ پر اسے مجبوراً مکہ سے نکلنا پڑا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو کر اپنے انجام کو پہنچا۔ یہ وہی امیہ بن خلف تھا جو حضرت بلالؓ کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے شدید مظالم کا نشانہ بنایا کرتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عاشقِ رسول حضرت بلالؓ کے لئے مدینہ کی زندگی کی رونقیں ختم ہو کر رہ گئیں اس لئے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا خلیفۃ الرسول! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ ایک مومن کے لئے بہترین کام خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے اس میں چاہتا ہوں کہ زندگی کے آخری لمحوں تک جہاد میں شریک رہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ''بلال میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اس عالم پیری میں مجھ سے جدا نہ ہو'' حضرت بلال نے سرِ تسلیم خم کر دیا مگر شوقِ جہاد غالب تھا اس لئے حضرت عمرؓ کے زمانے میں اصرار سے اجازت لے کر شام کی مہم میں شریک ہونے کے لئے چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے جب سولہویں ہجری میں جب شام کا سفر کیا تو دوسرے افسران کے ساتھ حضرت بلالؓ نے جابیہ کے مقام پر حضرت عمر کو خوش آمدید کہا اور بیت المقدس کی سیاحت میں ہمرکاب رہنے کا شرف پایا۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے ان سے اذان دینے کی خواہش کی تو فرمایا کہ گو عہد کر چکا ہوں کہ حضرت خیر الانام کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا تاہم آج آپ کی خواہش ضرور پوری کروں گا۔ یہ کہہ کر اذان دی تو سب کی آنکھوں کے سامنے مدینہ کی زندگی کا نقشہ کھنچ گیا جب ان سب کا محبوب آقا ان میں موجود تھا اور حضرت بلالؓ اذان دیا کرتے تھے۔ اُن دنوں کی یاد نے سب کو تڑپا کر رکھ دیا اور حضرت عمرؓ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔

فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ دائیں طرف حضرت ابو بکرؓ اور بائیں طرف حضرت بلالؓ تھے۔ خانہ کعبہ میں داخل ہو کر حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ توحید کی پر عظمت صدائے تکبیر بلند کریں۔ اُس موقعہ پر حضرت بلالؓ کے حصہ میں ایک اور عظیم سعادت آئی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو بلالؓ کے جھنڈے تلے آجائے گا اس کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ یہ حضرت بلالؓ کی عظمت کا نشان تھا جو اسے اس کے آقا نے عطا کیا اور شرفِ انسانی کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ قائم کیا گیا کہ وہ بلالؓ جسے مکہ کے لوگوں نے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا تھا اور اس کی جسمانی و ذہنی زندگی کا امن لوٹ لیا تھا اسی بلالؓ کے طفیل نہ صرف ان کا امن انہیں عطا کیا گیا بلکہ ان کی جان بخشی بھی کی گئی۔ اس طرح ایک ہی وقت میں نبی کریم ﷺ نے نہ صرف رحم دلی کا عظیم نمونہ دکھلایا بلکہ بلالؓ کے زخموں پر ہمیشہ کے لئے پھایا بھی رکھ دیا۔

شام میں زندگی:

شام کی فتح کے بعد حضرت بلالؓ نے وہاں ہی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں اجازت کے لئے لکھا جس پر حضرت عمرؓ نے انہیں اور ان کے سلامی بھائی حضرت ابو رویحہؓ کو وہاں مستقل سکونت کی اجازت دے دی۔ آپؓ نے وہاں حضرت ابو الدردا انصاریؓ کے خاندان میں شادی کر لی۔ شام کے قیام کے دوران ایک دفعہ حضرت بلالؓ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ نے فرمایا ''بلالؓ یہ خشک زندگی کب تک! کیا تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو!''۔ اس ان پر بہار دنوں کی یاد تازہ ہو گئی جب وہ ہر وقت اپنے محبوب آقا کے قدموں میں رہتے تھے۔ آپؓ نے اُسی وقت مدینہ کی روانگی اختیار کی اور روضہ رسول پر حاضر ہو کر مرغ بسمل کی تڑپنے لگے۔ اپنے آقاؐ کے جگر گوشوں حضرت امام حسین اور حضرت حسن کو چمٹا چمٹا کر پیار کر رہے تھے۔ اُن دونوں نے خواہش ظاہر کی کہ بلالؓ اذان دیں۔ جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو مدینہ کی گلیوں میں کہرام مچ گیا۔ مرد اور عورتیں اپنے آقاؐ کی یاد میں بیقرار ہو کر اشکبار آنکھوں کے ساتھ گھروں سے نکل پڑے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ ایسا منظر مدینہ میں پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

وفات:

مدینہ سے واپسی پر حضرت بلالؓ بیمار ہو گئے اور بیس ہجری میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا تا کہ اپنے محبوب آقاؐ کی دائمی رفاقت کے لئے حاضر ہو سکیں۔ آپؓ کو دمشق میں باب الصغیر کے قریب دفن کیا گیا۔

بلالؓ دو دفعہ غلام بنائے گئے۔ پہلی دفعہ امیہ بن خلف کے غلام بنے تو انہیں مکہ کا حقیر ترین انسان سمجھا گیا اور ان پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی گئی۔ دوسری دفعہ وہ خود شاہِ دو عالم سرورِ کائنات کے در کے غلام بنے تو اس غلامی نے انہیں خاک کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان کی رفعتوں پر پہنچا دیا کہ ان کی ذات ساری دنیا کے لئے ایک قابلِ رشک وجود بن گئی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کے طفیل انہیں وہ شرف حاصل ہوا کہ بادشاہ وقت انہیں ہمارا سردار! ہمارا سردار! کہتے ہوئے استقبال کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ جب تک دنیا قائم ہے بلالؓ کی روح کی استقامت کو عاشقانِ رسول سلام کرتے رہیں گے اور اس کے صدق و وفا کی داستانیں دنیا میں گونجتی رہیں گی۔

کوبلنز KOBLENZ (منور خالد)

آیئے آج آپ کو ایک ایسے شہر کی سیر کرائیں جو جرمنی کی سیاحت کا مرکز ہے اور گزشتہ سال ہی اس شہر کی دو ہزار سالہ معلوم تاریخ کا جشن منایا گیا اس شہر کا نام Koblenz ہے۔

محل وقوع: کوبلنز کولون اور فرینکفرٹ کے وسط میں یعنی دونوں طرف 100 کلومیٹر اور بون سے 40 کلومیٹر ہے۔ہائی وے نمبر 3، 48 اور 61 دوسرے شہروں سے ملاتی ہیں اور جرمنی کی مشہور سڑک B-9 اس کے اندر سے گزرتی ہے جس کے بارہ میں مشہور ہے کہ B-9 سے سفر کریں وقت اور پیسہ بچائیں۔

دریائے رائن: جس طرح پاکستان کا دریائے چناب اپنی عشقیہ داستانوں کی وجہ سے مشہور ہے اور کسی پنجابی شاعر کی شاعری اس دریا کے ذکر کے بغیر نامکمل سمجھی جاتی ہے، اسی طرح دریائے رائن اپنی رزمیہ داستانوں کی وجہ سے منفرد ہے اور جرمنی شاعروں کے دل کی دھڑکن ہے اور تو اور علامہ اقبال نے بھی اس دریا کا ذکر کیا ہے۔اسی دریا کے کنارے پر کوبلنز واقع ہے۔

دریائے موزل: اگرچہ دریائے رائن کے بہت سے معاون ندی نالے ہیں جو دور دور سے پہاڑوں پر ہونے والی بارش کے پانی کو رائن میں انڈیل انڈیل کر اس کی وسعت اور وقار میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں مگر سب سے بڑا سنگم کوبلنز شہر کے عین وسط میں دریائے موزل کا ہے۔اس سنگم کے ایک طرف بلند پہاڑی دیوار ہے جس پر قلعہ بنا ہوا ہے۔دوسری طرف کوبلنز شہر کو تقسیم کرتا ہوا دریائے موزل ہے جس جگہ ان دونوں کا ملاپ ہوتا ہے وہاں ایک خوبصورت یادگار بنی ہوئی ہے۔جو ڈچ ایک Deutsche Eck کہلاتی ہے۔پہاڑی پر بنے ہوئے قلعہ سے ڈچ ایک اور ڈچ ایک سے قلعہ کا نظارہ کرتے رہنے کے لئے سیاح تمام دن مجمع لگائے رہتے ہیں اور پھر دونوں دریاؤں کا سنگم دور دور تک الگ الگ جاتے ہوئے پانی کے دو دھارے اتنا خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں کہ ''گنگا کی موج جمنا کا دھارا'' مانند پڑ جاتا ہے۔ڈاکٹر پرواز ی صاحب ''سورج کے ساتھ ساتھ'' سفر تو کر چکے اگر پانی کے ساتھ ساتھ سفر کرنا چاہیں تو!

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

نہر سوئز: دریائے موزل ایک مکمل پہاڑی دریا ہے اور مسلسل ڈھلان میں بہنے کی وجہ سے بارش کے ساتھ ساتھ پل میں تولہ پل میں ماشہ مگر بہاؤ بہت ہی تیز۔اس کے بہاؤ کی رفتار کم کرنے اور سارا سال جہاز رانی کے قابل بنانے کے لئے جگہ جگہ پانی کو روکا گیا ہے جس سے اوپر اور نیچے کے پانی میں بعض جگہ 10 میٹر کا فرق ہے۔اس جگہ جہازوں کو گزارنے کے لئے نہر سوئز کی طرز پر گزرگاہیں بنائی گئی ہیں ان گزرگاہوں کے اوپر کھڑے ہو کر آپ سارا دن جہازوں کو گزرتا دیکھتے رہیں اور آپ کا ہلنے کو جی نہ چاہے گا۔جس نے نہر سوئز نہ دیکھی ہو وہ یہ گذرگاہیں دیکھ کر اس کی تکنیک سمجھ سکتا ہے۔

شاہی قلعہ: جس قلعہ کا ذکر اوپر کر چکا ہوں وہ دیکھنے پر قلعہ لاہور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔وہی طرز تعمیر، وہی دیوان عام اور دیوان خاص۔سرنگیں، قید خانے اور امتدادِ زمانہ سے شکستگی کا وہی حال۔بلند پہاڑی پر بنے ہوئے اس قلعہ پر اگر ہمت ہے تو پیدل بھی جا سکتے ہیں۔موٹر سے بھی جا سکتے ہیں اور Chair lift سے بھی (Sessel Bahn) قدرتی آنکھوں سے بھی اور دوربین سے بھی شہر اور نواح کا پورا علاقہ دیکھنے کے بعد نیچے بہتے ہوئے دریاؤں کے ملن اور ان میں رواں جہازوں کو دیکھیں آپ سارا دن وہیں گذار دیں گے۔

ڈچ ایک Deutsck Eck: جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں قلعہ کے بالمقابل دونوں دریاؤں کے سنگم پر جرمن قوم کے اتحاد کی نشانی کے طور پر ایک تین منزلہ بارعب بارہ دری نما عمارت بنی ہوئی ہے۔1897 میں بادشاہ قیصر ولیم نے تمام قبائل اور تمام صوبوں کی لڑائی ختم کروا کر ایک عظیم جرمن قوم کی سلطنت کی بنیاد اسی جگہ رکھی تھی۔اس عمارت کے چبوترے پر تمام صوبوں کے نام اور ان کے جھنڈے کندہ ہیں۔اس عمارت کے اوپر ایک بہت ہی قد آور تصوراتی گھوڑا اور اس کے سوار کا مجسمہ نصب ہے۔گذشتہ جنگ عظیم میں یہ مجسمہ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔مگر کوبلنز کی دو ہزار سالہ تاریخ کے ساتھ ہی کئی ملین مارک کے خرچ سے تعمیر شدہ یہ مجسمہ کئی کرینوں کی مدد سے دوبارہ نصب کر دیا گیا ہے۔اس چبوترے کے سامنے صحن بھی ہے جہاں پرانے سیاسی رہنما عوام کو خطاب کیا کرتے تھے۔مگر اب تو یہ ہر وقت سیاحوں سے بھرا رہتا ہے۔اس یادگار کو ڈچ ایک کہتے ہیں۔

دریا کو آگ لگ گئی: سال میں ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس کے لئے مہینوں پہلے تمام ہوٹل بک ہو جاتے ہیں یہ ایک روایتی رات ہے۔جب دریائے رائن میں چلنے والے تمام جہاز خاص طور پر سواریوں سے لدے ہوئے (اس سال جن کی تعداد 50 ہزار تھی) ایک قریبی شہر سے رات کے اندھیرے میں خاموشی کے ساتھ بتیاں بجھا کر پانی کے بہاؤ کے ساتھ قافلہ کی صورت میں تیرتے ہوئے کوبلنز کی طرف آتے ہیں۔جب یہ قلعہ اور ڈچ ایک کے درمیان پہنچ جاتے ہیں تو یکدم روشنیاں جل اٹھتی ہیں ہارن بج اٹھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی قلعہ سے ان پر پٹاخوں اور پھلجڑیوں کی صورت میں روشنی کی فائرنگ ہوتی ہے۔ایک گھنٹہ تک روشنیوں کے اس خوبصورت انعکاس کو دیکھنے کے لئے لاکھوں لوگ شام سے ہی رات کے منتظر ہوتے ہیں۔اس سال ان کی تعداد دس لاکھ کے قریب تھی جب کہ کوبلنز کی اپنی آبادی سوا لاکھ ہے۔یہ رات اگست، ستمبر میں آتی ہے۔اس تقریب کا نام Rehin In Flamen یعنی دریائے رائن کو آگ لگ گئی۔مگر اس آگ کے باوجود مچھلیاں درختوں پر نہیں چڑھتیں۔

وادی رائن: اس دریا کی وادی دنیا کی خوبصورت وادیوں میں شمار ہوتی ہے

اور جرمن قوم کی محنت نے اس کو چار چاند لگا دئے ہیں۔ کوبلنز اس مثلث وادی کے عین وسط میں واقع ہے۔ کوبلنز کے تینوں اطراف 80 کلومیٹر تک دریائے رائن اور موزل پہاڑی سلسلہ میں گھرے ہوئے ہیں اور دریاؤں کے دونوں کناروں پر دو رویہ ریل وسڑک اور دریاؤں کے اندر جہاز۔ جس بھی ذریعہ سے سفر کریں آپ کا دل چاہے گا یہ سفر ختم ہی نہ ہو اور یہ حسین مناظر چلتے چلے جائیں۔ وادی رائن کی خوبصورتی کا ذکر حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ دریاؤں کے دونوں طرف جگہ جگہ مضبوط قلعے بنے ہوئے ہیں جو اس قوم کی جنگی روایات کے امین ہیں جس طرح ہمارے ہاں بعض دلچسپ نام ملتے ہیں مثلاً نالہ ڈیک، نالہ بھیڈ، نالہ لیلہ اسی طرح ان پہاڑوں کے نام دلچسپ ہیں۔ مثلاً بلی والی پہاڑی، چوہے والی پہاڑی وغیرہ۔

صفاتی نام: دو دریاؤں نے اس شہر کو مختلف جزیروں میں تقسیم کر رکھا ہے اور ان کو آپس میں ملانے کے لئے جگہ جگہ پل بنائے گئے ہیں۔ اس لئے بعض اسے پلوں کا شہر قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ صوبہ کا دارالحکومت Mainz مائنز ہے۔ مگر صوبائی ہائی کورٹ اور دیگر کئی اداروں کے دفتر کوبلنز میں ہیں۔ اس لئے بعض اسے ملازمین کا شہر Beamter Stadt بھی کہتے ہیں۔ پیدل فوج کی سب سے زیادہ چھاؤنیاں اسی شہر میں ہیں۔ سیاحوں کی سارا سال آمد کی وجہ سے یہاں کی واحد انڈسٹری ہوٹل ہیں جس پر اٹالین چھائے ہوئے ہیں۔ اس لئے اسے ہوٹلوں کا شہر بھی کہتے ہیں۔ اور Pizza یہاں کی خاص صنعت وخوراک ہے۔

یادگار دن: شہر کی انتظامیہ نے رائن کے کنارے مختلف تقریبات کے لئے چھوٹے بڑے ہالوں کا ایک بہت خوبصورت کمپلیکس بنایا ہوا ہے۔ جس کا نام Rhein Mosel Halle ہے۔ یہ ہال انتظامیہ کی اجازت سے کرایہ پر لئے جاسکتے ہیں۔ 3 ستمبر 1991ء کوبلنز کی تاریخ میں ایک یادگار دن تھا جب ایک جرمن، روسی نشست سے خطاب کرنے کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس ہال میں تشریف لائے۔ اس تقریب سے قبل آپ بمعہ قافلہ ازراہ شفقت خاکسار کے گھر 81 Moselweisser Str بھی تشریف لے گئے اور کچھ دیر قیام فرمایا۔

قلمی معاونت

رسالہ ''انصارالدین'' کیلئے تمام اہل علم حضرات سے قلمی معاونت کی درخواست ہے۔ آپ کسی بھی موضوع پر اپنا مضمون ہمیں ارسال کر سکتے ہیں لیکن یہ امور پیش نظر رکھیں۔

☆ یہ مضمون غیر مطبوعہ یا کسی مطبوعہ مضمون کا ترجمہ ہوسکتا ہے۔
☆ ٹائپ شدہ ہو تو ڈسک پر یا ای میل کے ذریعہ بھی بھیجا جاسکتا ہے۔
☆ ہاتھ سے لکھے جانے کی صورت میں خوشخط اور صاف لکھنا ضروری ہے۔ کاٹ چھانٹ کئے ہوئے مضامین شائع نہیں کئے جاتے۔
☆ مکمل حوالہ جات تحریر کیجئے اور مضمون کی ایک نقل اپنے پاس بھی رکھیں کیونکہ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہیں کئے جاتے۔

انصار ڈائجسٹ

مرتبہ
ناصر پاشا

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ تحریرات اور مفید واقعات شامل اشاعت کئے جائیں گے جو قارئین خود لکھنا پسند فرمائیں یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کرکے بھجوائیں۔ تحریر مختصر اور بحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:

AnsarDigest,22DeerParkRoad,LondonSW193TL. e-mail: ansar_digest@yahoo.co.uk

عالمی غلبہ کے روحانی ہتھیار

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تسخیر قلوب کے جو مجرب ذرائع بیان فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔ فرمایا:

''ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہے۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو۔''

(ملفوظات۔ جلد پنجم۔ طبع اوّل۔ صفحہ ۳۰۳)

دماغ کو چھوٹا ہونے سے بچائیں!!

رائل سوسائٹی میں پیش کی جانے والی ایک نئی تحقیق کے مطابق احساس کمتری کے شکار لوگوں پر عمر کے ساتھ ساتھ زیادہ اثر پڑسکتا ہے اور ان لوگوں کے دماغ کے حجم میں بھی اُن لوگوں کی نسبت کمی آسکتی ہے، جو اپنے بارہ میں خوش آئند خیالات رکھتے ہیں۔ یہ بات کینیڈا کی میکگل یونیورسٹی کے ڈاکٹر سونیا لیوپئن نے ۹۲ عمر رسیدہ افراد کا پندرہ برس تک جائزہ لینے اور ان کے دماغ کے عکس کا تجزیہ کرنے کے بعد کہی ہے۔ تحقیق کے مطابق احساس کمتری کے شکار لوگوں کے دماغ کا حجم ان لوگوں کے مقابلہ میں پانچویں حصہ سے بھی کم ہوتا ہے جو اپنے بارہ میں اچھا سوچتے ہیں۔ اور اگر ایسے لوگوں کی اپنے بارہ میں سوچ کا ڈھنگ تبدیل کیا جاسکے تو ان کے دماغی زوال کے سلسلے کو روکا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر لیوپئن کا کہنا ہے کہ ''ذہنی قوت کی بازیابی ممکن ہے۔ حالانکہ پہلے سمجھا جاتا تھا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ جانوروں اور انسانوں پر کئے گئے تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ماحول کو بہتر بنایا جائے اور چند عناصر کو تبدیل کیا جائے، تو دماغ کی قوت وہیئت معمول پر واپس لائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح یادداشت کھو جانے کا ڈر ایک جال ہے جس سے منفی سوچ پیدا ہوتی ہے اور دماغی صحت پر مزید برا اثر پڑتا ہے۔

۵ ہزار سال پرانے مقبرہ کی دریافت

مصر میں قاہرہ کے قریب واقع شہر ہیلوان میں آسٹریلین ماہرین آثار قدیمہ کی ایک ٹیم نے پانچ ہزار سال پرانے بیس مقبروں کو دریافت کیا ہے جو صدیاں گزر جانے کے باوجود انتہائی بہتر حالت میں ہیں۔ ٹیم کے سربراہ کرسچن کوہر نے کہا ہے کہ ان مقبروں کو پھیلتی ہوئی شہری آبادی سے خطرہ ہے کیونکہ ہیلوان گنجان آبادی والا ایک صنعتی شہر ہے۔

ان مقبروں میں کچھ پرانے برتن اور تختیاں بھی دریافت ہوئی ہیں۔

آئن سٹائن کا نظریہ اضافت

البرٹ آئن سٹائن نے ۱۹۱۶ء میں نظریہ پیش کیا تھا کہ خلا اور وقت ایک ایسی ساخت کی تشکیل کرتے ہیں جو کسی جسم کی موجودگی سے خمیدہ ہوسکتی ہے۔

آئن سٹائن کے اس نظریہ اضافت کی آزمائش کی غرض سے ناسا کا مصنوعی سیارہ ''گریویٹی پروب بی'' امریکی ریاست کیلیفورنیا سے خلا میں بھیجا گیا ہے جو زمین سے ۴۰۰ میل اوپر مدار میں گردش کرکے کشش ثقل میں معمولی سی تبدیلی کی بھی پیمائش کرے گا۔ اس سیارے پر ٹیبل ٹینس کی گیند کی جسامت کی چار گیندیں ہیں جو ایک خاص مادے کوارٹز کی بنی ہوئی ہیں اور ایک ایسے ڈبہ میں بند ہیں جس میں سے ہوا نکال کر اسے سربمہر کردیا گیا ہے۔ ان گیندوں کو گردش دے کر خلا میں آزاد کرکے ان کی معمولی سی حرکت بھی نوٹ کی جائے گی۔ اگر آئن سٹائن کا نظریہ درست ہے تو ان گیندوں کی سمت اور گردشی محور میں معمولی تبدیلیاں آنا ضروری ہیں۔

پاکستان کا پہلا 'سولر ویلیج'

توانائی کے گھٹتے قدرتی ذخائر اور بڑھتے ہوئے استعمال کے پیش نظر، پاکستان میں غیر روایتی یا متبادل ذرائع سے بجلی حاصل کرنے کے ایک منصوبہ کا آغاز گزشتہ سال کیا گیا جس کے تحت دیہات کے لئے سورج کی روشنی کے ذریعہ بجلی بنائی جارہی ہے۔ چنانچہ اسلام آباد کے مضافات میں واقع گاؤں ''علی پور فراش'' کے تین ہزار گھروں کے لئے ''سولر سیلز'' اور بجلی ذخیرہ کرنے کے لئے بیٹریز پر مشتمل آلات مکانوں کی چھتوں پر نصب کیے گئے۔ ہر گھر میں چار بلب اور پنکھے چلانے کے لئے 25 ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں اور یہ رقم ہر گھر سے صرف تین سو روپے ماہانہ اقساط کی شکل میں وصول کی جائے گی۔ اس منصوبہ کے تحت صنعتوں کے لئے بھی ہوا کے ذریعہ بجلی پیدا کی جائے گی۔

ذہنی دباؤ کا علاج

لندن چڑیا گھر کے سائنسدانوں کو ایک سو ایسے افراد کی تلاش ہے جو اپنے روزمرہ کے کام کاج میں چمپانزی کی نقل کرنے پر تیار ہوں۔ ان افراد پر تحقیق کے ذریعہ سائنسدان ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ چمپانزی کے چہرہ کے تاثرات اور جسمانی حرکات وسکنات اختیار کر کے روزمرہ کے ذہنی دباؤ سے بہتر طور پر نپٹا جاسکتا ہے۔ سائنسدان یہ بات بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ چمپانزی اپنا پیغام انسان کی نسبت بہتر طور پر دوسرے لوگوں تک سکتے ہیں۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ لوگوں کو اس لئے اس تحقیقی منصوبے کے لئے تعاون کرنے پر تیار ہونا چاہئے کیونکہ اس سے نہ صرف سائنسی میدان میں ترقی ہوگی بلکہ انسانی علم میں بھی بیش بہا اضافہ ہوگا۔

ڈاکٹر لوری سانتوس کا کہنا ہے کہ اس بات پر بہت کم تحقیق ہوئی ہے کہ آیا انسان جانوروں سے اپنا پیغام

دیگر افراد تک پہنچانے کے بارہ میں سیکھ سکتا ہے۔ اب تک اس بات کی ہی ناکام کوشش ہوتی رہی ہے کہ آیا جانور انسانی زبان بول سکتے ہیں۔

جاپان، خودکشیوں میں ریکارڈ اضافہ

دنیا بھر میں بڑھتے ہوئے ذہنی انتشار کی وجہ سے مسائل میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ جاپان کی نیشنل پولیس ایجنسی کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق جاپان میں خودکشی کی شرح میں ریکارڈ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے اور ۲۰۰۳ء میں ۳۴ ہزار جاپانیوں نے خودکشی کی جو ۲۰۰۲ء کی نسبت سات فیصد زیادہ ہے۔ گویا ہر ایک لاکھ جاپانیوں میں سے ۲۷ افراد خود موت کے منہ میں چلے گئے اور یہ شرح دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔

خودکشی کرنے والوں میں سے تین چوتھائی مرد تھے جن میں سے ایک تہائی (یعنی ساڑھے گیارہ ہزار) افراد کی عمریں ساٹھ سال سے زیادہ تھیں۔ ماہرین کہتے ہیں کہ خودکشی کے رجحان میں اضافہ کا بڑا سبب خرابی صحت ہے جبکہ دوسری بڑی وجہ مالی مشکلات ہیں۔ چنانچہ جاپان میں ۴۵ فیصد نے پہلی اور ۲۵ فیصد نے دوسری وجہ کے باعث یہ قدم اٹھایا۔

جاپانی وزیر اعظم جونیشیرو کوئیزومی کے مطابق اس رجحان پر قابو پانے کے لئے کوئی فوری علاج نہیں ہے تاہم ان کی حکومت ملک کی اقتصادی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے اقدامات کرے گی۔

ایک نیا پیس میکر

انسانی جسم میں دل برقی لہروں کی وجہ سے دھڑکتا ہے اور ایک صحتمند دل میں یہ لہریں ایک یکساں تال سی پیدا کرتی ہیں جس کی وجہ سے دل پورے جسم میں خون پہنچانے کا کام کر پاتا ہے۔ تاہم کچھ مریضوں میں دل کے عارضہ کے سبب کچھ پٹھے مُردہ ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ برقی لہریں دل میں اس طرح نہیں دوڑتیں جس طرح انہیں دوڑنا چاہئے۔ چنانچہ دل کی دھڑکن نارمل نہیں ہوتی۔ اس کمزوری کو دُور کرنے کے لئے پیس میکر نصب کیا جاتا ہے۔

دل کے مریضوں کے لئے اب ایک نیا پیس میکر تیار کیا گیا ہے جس کی مدد سے زیادہ لمبی زندگی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ یہ پیس میکر بازو میں لگایا جاتا ہے اور ایک تار کے ذریعہ دل کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ امریکہ میں ڈیڑھ ہزار افراد پر کی جانے والی تحقیق کے مطابق نیا پیس میکر لگائے جانے والوں کو زیادہ ہسپتال جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور ان کے مرنے کا اندیشہ بھی نسبتاً کم رہا۔ برطانیہ میں بھی تقریباً نو لاکھ افراد طویل مدت سے دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

بائیوتھرمل بیٹری

سائنسی جریدے "نیو سائنٹسٹ" کے مطابق نیو یارک میں بائیوفین ٹیکنالوجیز کے سائنسدان ایک ایسی "بائیوتھرمل بیٹری" تیار کرنے میں مصروف ہیں جو بدن کی حرارت کو بجلی میں تبدیل کر کے پیس میکر اور دیگر طبی آلات کو بجلی فراہم کرے گی۔ اس طرح دل کے امراض میں مبتلا افراد جسمانی حرارت کی مدد سے کام کرنے والے پیس میکر استعمال کر سکیں گے۔ اب تک پیس میکر استعمال کرنے والے بیشتر افراد کو چند برس بعد سرجری کے ذریعے ہی اس کی بیٹری تبدیل کرانی پڑتی ہے۔ جبکہ نئی بیٹری تیس برس تک کارآمد ہو گی اور اُن چھوٹے چھوٹے نیوروٹرانسمیٹرز میں بھی نصب کی جاسکے گی جو پارکنسنز ڈیزیز میں مبتلا افراد کے دماغ میں نصب کیے جاتے ہیں۔

جیسا خواب چاہیں، دیکھیں

جاپان کی ایک کمپنی نے ایک ایسا آلہ تیار کرنے کا دعویٰ کیا ہے جس کی مدد سے لوگ اپنی مرضی کے خواب دیکھ سکتے ہیں۔ اس مشین کی مدد سے خواب دیکھنے والوں کو ان کی خواہش کے مطابق پہلے ایک تصویر دکھائی جائے گی۔ اس کے بعد وہ جو خواب دیکھنا چاہتے ہیں اسے اپنی آواز میں ریکارڈ کرائیں گے۔

کمپنی 'تاکارا' کا کہنا ہے کہ خواب دکھانے والی مشین ریکارڈ کی گئی آواز، موسیقی، روشنی اور خوشبو کی مدد سے انسان کو اس کی مرضی کا خواب دیکھنے میں مدد دے گی۔ اور لوگوں کو آٹھ گھنٹے کی نیند کے بعد آرام سے جگایا جائے گا تا کہ وہ خواب بھول نہ جائیں۔

تاکارا پہلے ایسی مشین بنا چکی ہے جو اس کے بقول پالتو جانوروں کی باتیں سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ خواب دکھانے والی مشین پر مزید کام کی ضرورت ہے کیونکہ جن لوگوں پر تجربات کئے گئے ہیں ان میں سے کچھ کا کہنا ہے خواب کا موضوع ان کی مرضی کا تھا لیکن کہانی وہ نہیں تھی جو انہوں نے ریکارڈ کروائی تھی جبکہ کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ آواز سے جاگ گئے تھے۔ لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنی خواہش کے مطابق خواب دیکھا۔

اورا.....فضا میں ایک نیا سیارہ

امریکی خلائی ادارہ ناسا نے تین ٹن وزنی ایک مصنوعی سیارہ "اورا" جولائی ۲۰۰۴ء میں کیلیفورنیا سے فضا میں روانہ کیا تھا تا کہ زمینی فضا کی تمام سطحوں (بشمول ہوا) کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے ذریعہ اس بات پر بھی نگاہ رکھی جائے گی کہ آیا فضا سے متعلق بین الاقوامی معاہدوں پر عمل کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ ان معاہدوں میں مونٹریال پروٹوکول بھی شامل ہے جس کا مقصد زمین کے گرد موجود اوزون کی تہہ میں پڑنے والے شگاف کو بھرنا تھا۔ ناسا کی جانب سے تیار کردہ یہ تیسرا اسٹیلائٹ ہے جس کا مقصد عالمی ماحول سے متعلق حتمی اعداد و شمار جمع کرنا ہے۔ اس سے پہلے بنائے گئے ٹیرا اور ایکوا سیارے زمین اور سمندر کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔

تکان کے اثرات

جسمانی تکان دُور کرنے کے طریقوں پر کام کرنے والے برطانوی ادارہ awake کے سائنسدانوں کے مطابق برطانیہ میں ۴۰ فیصد لوگوں پر کام کے دوران نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ نصف تعداد کا کہنا تھا کہ جب وہ تھکے ہوئے ہوتے ہیں تو ان سے زیادہ غلطیاں ہوتی ہیں جبکہ ۶۲ فیصد کا کہنا تھا کہ تھکاوٹ کی وجہ سے ان کے میل جول پر منفی اثرات پڑ رہے تھے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ تھکن کے عالم میں مردوں اور عورتوں کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ خواتین کی بڑی تعداد تھکن کی حالت میں چڑچڑے پن کا شکار ہو جاتی ہے جبکہ مرد بے انتہا غلطیاں کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اجتماع انصاراللہ 2004ء کے موقع پر احباب کو نظامِ وصیت کی الٰہی تحریک میں شامل ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ خاص طور پر تمام عہدیداروں کو اس تحریک میں جلد شامل ہونا چاہئے۔ (قائد تربیت)